خدا کے نام سے

خدا کے نام سے ہر ابتدائے کار کریں
اُسی کی راہ میں ہر چیز کو نثار کریں
یہی تو دِل کی سعادت ہے نُطق کی معراج
خُدا کی حَمد کریں اور بار بار کریں
مسرتیں ہوں تو شُکرِ خدا بجا لائیں
مصیبتیں ہوں تو ہم صبر اختیار کریں
یہ کیا کہا کہ نگاہِ کرم نہیں ہوتی
گناہ گار گناہوں کا بھی شمار کریں
اسی میں دل کا سکوں ہے یہی ہے عقل کی بات
خُدا رسول کی باتوں پہ اعتبار کریں
ہر ایک پھول چمن کا' خدا کی آیت ہے
اسی نگاہ سے نظارۂ بہار کریں

(ماہرالقادری e)

درس قرآن

شیخ عبد الوحید ساجد

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تم نہیں سمجھتے۔؟'' [البقرۃ:٤٤]

قول وفعل کا تضاد بہت بری بات ہے جو اہل کتاب میں پائی جاتی تھی۔اللہ تعالیٰ نے اس وصف کے حامل لوگوں کی مذمت فرمائی ہے۔اہل ایمان کا یہ شیوہ نہیں کہ وہ دوسروں کو ایمان وبھلائی کا حکم کرے اور خود اس پر عمل نہ کرے۔اوروں کو وعظ ونصیحت کرے اور خود تہی دامن رہے۔ایمان صادق کا تقاضا ہے کہ مومن جھوٹ نہ بولے وعدہ خلافی نہ کرے جو کہے اسکے مطابق عمل کرے۔وہ نیکی جو اس نے نہ کی ہو اس کو اپنی طرف منسوب نہ کرے جو نیک کام آئندہ کرنے کا عہد کیا ہے اس سے پیچھے نہ ہٹے۔اللہ رب العزت نے مومنوں کو بھی ایسے کردار اور فعل پر سخت وعید فرمائی ہے۔﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔'' [الصف:٢،٣]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہر مومن کا ظاہر وباطن قول وفعل زبان ودل ایک جیسا ہو،رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جن کے قول کردار میں تضاد ہے۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی کسی امت میں مبعوث کیا تو اسکی امت میں اسکے حواری اور اصحاب ہوتے تھے جو اسکی سنت پر عمل کیا کرتے تھے اور اسکے حکم کی تعمیل کرتے تھے پھر اسکے بعد ایسے ناخلف جانشین آئے جو وہ کہتے وہ کرتے نہیں تھے اور جو وہ کرتے اسکا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔جو ایسے لوگوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے تو وہ مومن ہے جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے تو وہ مومن ہے اور جو ان سے اپنے دل سے جہاد کرے تو وہ بھی مومن ہے اسکے بعد تو رائی کے دانے جتنا بھی ایمان نہیں رہتا۔(صحیح مسلم ،الایمان(١٧٩)

محمد مالك بھنڈر(مدرس جامعه هذا)

((عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ﷺ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِفَيُلْقَى فِى النَّارِفَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِى النَّارِ فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ أَىْ فُلَانُ مَاشَأْنُكَ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنْ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ))

''اسامہ بن زید ﷺ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا آگ میں اسکی آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص اسطرح چکر لگانے لگے گا جیسے گدھا اپنی چکی پر گردش کرتا ہے جہنم میں ڈالے جانے والے اسکے قریب آکر جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے اے فلاں! آج یہ تمہاری کیا حالت ہے کیا تم ہمیں اچھے کام کرنے کیلئے نہیں کہتے تھے اور کیا تم برے کاموں سے ہمیں منع نہیں کیا کرتے تھے وہ شخص کہے گا کہ ہاں میں تمہیں تو اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ برے کاموں سے تمہیں منع بھی کرتا تھا لیکن خود کیا کرتا تھا۔'' البخاری ،بدء الخلق،باب صفة النار وانهامخلوقةومسلم ، الذهد والرقاق ، باب عقوبة من يامر بالمعروف ولا يفعله وينهىٰ عن المنكر ويفعله

معلوم ہوا کہ جو نیکی کی بات دوسروں کو بتائی جائے اس پر خود بھی ضرور عمل کرنا چاہئے ورنہ روز قیامت بہت برا انجام بھگتنا پڑے گا قرآن کریم میں یہ تنبیہ ان الفاظ میں فرمائی گئی ہے'' کہ کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو باوجودیکہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا اتنی بھی تم میں سمجھ نہیں۔'' [البقرہ: ٤٤] اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

قسط نمبر 5

تفسیر قرآن پر قراءات کے اثرات

قاری القرآن مولانا عنایت اللہ ربانی کاشمیری حفظہ اللہ

حضرات قارئین کرام آپ تجوید وقرآت کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں قسط وار پڑھ رہے ہیں اسی سلسلۂ عظیمہ کو آگے بڑھاتے ہوئے اس قسط میں آپ علوم قرآن میں سے علم تفسیر قرآن پر قراءاتِ متواترہ کے اثرات کو ملاحظہ فرمائیں گے کیونکہ قرآن کریم کی تفسیر میں قراءات کو ایک اہم ترین ماخذ کی سی حیثیت حاصل ہے۔ بالخصوص قراءاتِ متواترہ کو نظر انداز کرنا تو قرآن حکیم کے ایک حصہ کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔ نیز دو متواتر قراءات دو آیات کے مترادف ہیں ان میں سے کسی ایک کا انکار قرآن کی ایک آیت کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ (دو آیتیں دو قراءتوں کیطرح) جب کسی کلمۂ قرآنی میں دو متواتر قراءتیں ہوں تو مفسّرین وفقہاء کے نزدیک وہ دو آیات کی طرح ہیں ان کی تفسیر اس طرح کی جائے گی جس طرح ایک مسئلہ میں وارد دو آیات کی تفسیر کی جاتی ہے۔ چنانچہ احکام القرآن للجصاص (۳٤٥/۲) باب غسل الرجلین میں ہے۔

(وَهَاتَانِ الْقِرَاءَتَانِ قَدْ نَزَلَ بِهِمَا الْقُرْآنَ جَمِيْعَاوَ تَلَقَّتْهَا الْأُمَّةُ تَلَقِّيَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)

''اور یہ دونوں قرأتیں ایسی ہیں کہ قرآن ان دونوں کے ساتھ نازل ہوا ہے اور امت نے ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا ہے۔''

اس اصول کے بارے میں امام جصاص رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں۔

''اور دو قرآتیں دو آیتوں کیطرح ہیں ان میں سے ایک میں دھونے کا معنی ہے اور دوسری میں مسح کا معنی ہے کیونکہ یہ دونوں معانی کا احتمال رکھتی ہیں اگر بالفرض دو آیتیں نازل ہوجاتیں ایک کا موجب دھونا ہوتا اور دوسری کا مسح ہوتا تو پھر بھی دھونے کو مسح کے مقابلہ میں

ترک کرنا جائز نہ ہوتا۔''

مزید کیلئے تفسیر روح المعانی تفسیر قرطبی، فتاویٰ ابن تیمیہ دیکھیں۔

دوقراءتوں میں تعارض کا واقع ہونا

دوقراءتوں میں تعارض کا واقع ہوجانا ممکن ہے چنانچہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

(**وتعارض القراء تين بمنزلة تعارض الأيتين**) الاتقان (ج۲ ص۳)

''دوقراءتوں کا تعارض دوآیتوں کی طرح ہی ہے'' مزید دیکھیے نیل المرام اوراصول السرخسی۔

جب یہ بات مسلّمہ ہے کہ دوقرأتیں دوآیتوں کی طرح ہی ہیں تو جس طرح ایسی دوآیتوں کے درمیان تطبیق کرنا ضروری ہے جس میں سے ایک آیت کسی زائد معنی پر مشتمل ہو اسی طرح دوقراءتوں میں جمع وتطبیق واجب ہے۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ دونوں قراءتوں میں ظاہری تعارض ہے اور ظاہر تعارض والی چیز کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں پر عمل ممکن ہو تو یہی واجب ہوگا ورنہ بقدر امکان دونوں پر عمل کیا جائے گا، اور یہاں ایک عضو میں غسل اور مسح کو ایک ہی حالت میں جمع نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس سے مسح کا تکرار لازم آتا ہے اس لیے کہ غسل مسح کو بھی شامل ہوتا ہے جبکہ امر مطلق تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔ لہٰذا یہی صورت نکلی کہ دونوں قراءتوں پر دو مختلف حالتوں میں عمل کیا جائے تاکہ دونوں قراءتوں میں موافقت ہوجائے اور بقدر امکان عمل بھی ہوجائے۔

اس مضمون میں ایسی قراءتیں جمع کی گئی ہیں جن کا معنی ایک حد تک تو مختلف ہے لیکن ان دونوں قراءتوں کا مصداق اور محل ایک ہی ہے قرآن مجید میں اسطرح کی قرأتیں کثیر تعداد میں پائی جاتی ہیں چند مقامات عرض کیے دیتا ہوں تاکہ ان قراءتوں کے تفسیر پر اثرات کی وضاحت ہوسکے۔

نمبر 1: آیت قرآنی ملاحظہ فرمائیں۔

﴿مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافاً كَثِيرَةً ٢٤﴾

اختلافِ قراءات

اس آیت میں کلمہ فَيُضَاعِفَهُ چار قراءتیں ہیں۔

①فَيَّضَ يُفَيِّضُ ابن کثیر رحمہ اللہ امام ابوجعفر رحمہ اللہ ②فَيَّضَ يُفَيِّضُ ابن عامر رحمہ اللہ امام یعقوب رحمہ اللہ
③فَيَّضَ يُفَيِّضُ عاصم رحمہ اللہ ④فَيَّضَ يُفَيِّضُ نافع رحمہ اللہ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ امام حمزہ رحمہ اللہ
امام کسائی رحمہ اللہ۔ مصحف القراء ات العشر سورة البقره النّشر(۲۲۸/۲)

نوٹ: یہ کلمہ سورۃ الحدید میں بھی آتا ہے اور اسی نوعیت کا اختلاف یہاں بھی ہے۔

توجیہ قراءات

امام قیسی رحمہ اللہ (م ۴۳۷ھ) تشدید والی قراءات میں لکھتے ہیں:
جن قُرّاء نے تفعیل سے پڑھا ہے تو ان کے نزدیک یہ فعل کثرت پر دال ہے۔اس لئے کہ تفعیل کی خاصیت تکثیر فعل ہے اور تخفیف والی قراءت یعنی ،مفاعلہ والی قراءت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ صیغہ مفاعلہ صیغہ تفعیل سے بڑھ کر ہے اسلئے کہ تفعیل والے صیغہ کا معنی ہوتا ہے! دومرتبہ جیسا کہ عرب کہتے ہیں(ضَعَّفتُ دِرهمَكَ) ''میں نے تیرے درھم کو دوگنا کردیا'' اور جب ضاعفتهٗ کہتے ہیں تو معنی ہوتا ہے کہ ''میں نے تیرے درھم کو دوگنا سے بھی زیادہ کردیا ہے۔

الکشف عن وجوه القراء ات السبع(۳۰۰/۱)

معنی قراءات

امام ابن جوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷) لکھتے ہیں کہ ضاعف اور ضعف کا معنی ایک ہی ہے اور مضاعفہ کسی چیز پر زیادتی اور اتنے اضافہ کا نام ہے جس سے وہ دوگنی یا زیادہ ہوجائے۔زادالمسیر(۲۲۱/۱)تفسیر مظھری(۵۵۷/۱) میں ہے اور تشدید اسمیں تکثیر کیلئے ہے اور مفاعلہ مبالغہ کیلئے ہے۔

نتیجہ قراءات

خلاصہ یہ ہوا کہ ان دونوں قراءتوں کو سامنے رکھ کر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ شخص جو اللہ کیلئے اس فرض والے کام کو اخلاص کی نیت سے کرتا ہے اسکا اجر اور بدلہ کسی اعتبار سے بھی کم نہیں ہوگا اسمیں کثرت بھی دو اعتبار سے ہوگی اور اسمیں برکت بھی ہوگی گویا یہ دونوں قرآیتیں معنی کے اندر مزید وسعت پیدا کررہی ہیں۔

نمبر2: آیت قرآنی

﴿إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْراً وَّنَذِيْراً وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ﴾ [البقرۃ:۱۱۹]

مختلف قراءات

اس آیت میں کلمہ **ولاتُسئل** میں دو قرائتیں ہیں

① امام نافع رحمہ اللہ اور امام یعقوب رحمہ اللہ **وَلَا تَسْأَلْ** پڑھتے ہیں ② باقی تمام قرّاء **وَلَا تُسْئَلُ** پڑھتے ہیں جن میں امام عاصم رحمہ اللہ بھی شامل ہیں (النشر: ۲/۲۲۱)

توجیہ قراءات

امام ابن خالویہ (م ۳۷۰ھ) رقمطراز ہیں کہ مرفوع پڑھنے والوں کی توجیہ یہ ہے کہ یہ اس بات کی خبر ہے اور لا نافیہ لیس کے معنی میں ہے اور اسکی دلیل حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت **وَلَن تُسْئَلَ** ہے۔ معجم القراء ات القرآنیہ (۱/۱۰۸)

نوٹ: البتہ جنہوں نے جزم سے پڑھا ہے انکے نزدیک یہ نہی کا صیغہ ہے۔

معنی قراءات

تفسیر مظہری (۱/۲۰۷) میں ہے جمہور کی قراءت کے موافق **وَلَاتُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ** یہ ہونگے کہ ''اے محمد ﷺ آپ سے اس کی پوچھ نہ ہوگی کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لائے آپکے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔'' مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ صیغہ نہی والی قراءت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ امام نافع رحمہ اللہ نے صیغہ نہی سے پڑھا ہے تاکہ کفار کے عذاب کی شدت کیطرف اشارہ ہو جائے۔ بیان القرآن (۱/۶۵)

نتیجہ قراءات

خلاصہ یہ ہوا کہ نفی والی قرآت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اصحاب جہنم کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کوئی سوال نہیں ہوگا کہ وہ کیوں ایمان نہیں لائے اسلئے کہ نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری صرف پہنچا دینا ہی تھی اور نہی والی قرآت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان لوگوں کے

بارے میں سوال کرنے سے منع فرمادیا ہے جن کے بارے میں جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہے، اور اس معنی کی تائید ایک اور آیت شریفہ سے بھی ہوتی ہے (استغفر لھم آولاتستغفر لھم (التوبۃ ۸۰) گویا اس آیت میں دو قرأتوں کی وجہ سے دو پہلوؤں سے سوال کرنے سے روکنا ثابت ہو گیا۔ یعنی نہ نبی کریم ﷺ سے جہنم والوں کے بارے میں سوال کیا جائیگا اور نہ ہی آپ ﷺ انکے بارے میں سوال کرئینگے اسلئے کہ انکی مغفرت کا کوئی امکان نہیں ہے اور اگر یہ سوال زندہ لوگوں کے بارے میں ہو تو انکا حال تبدیل بھی ہوسکتا ہے۔

حضرات قارئین کرام!

اختصار کے پیش نظر دو مقامات سامنے رکھے ہیں جن سے یہ واضح ہوا کہ تفسیر قرآن میں قراءات کو کتنی اہمیت حاصل ہے۔ اللہ پاک ہمیں قراءات متواترہ کی روشنی میں درست اور ٹھیک طرح سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اماں جی عائشہ نے کہا

حضرت عائشہ صدیقہ صادقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

لَنَا شَمسٌ وَ لِلآفَاقِ شَمْسٌ

شَمْسِی خَیْرٌمِنْ شَمْسِ السَّمَاءِ

شَمْسُ السَّمَاءِ تَطْلُعُ بَعْدَ الْفَجْرِ

وَ شَمْسِی تَطْلُعُ بَعْدَ الْعِشَاءِ

''ایک آسمانوں کا سورج ہے ایک ہمارا سورج ہے، ہمارا سورج آسمان کے سورج سے بہتر ہے۔ آسمان کا سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے اور ہمارا سورج عشاء کے بعد چمکنا شروع ہوتا ہے جب آسمان کا سورج غروب ہو جاتا ہے۔''

محمد عمران حاصلپوری 75f

داڑھی کی مقدار

اوراس کی شرعی حیثیت واہمیت

ازقلم۔شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی e

داڑھی کے خلاف آج کل ایک عالم گیر نفرت ہے۔مشرکین فرنگ،مشرکین مجوس وہنود اور مشرکین یہود،اسلام کے ساتھ اس نفرت میں پوری طرح متفق ہیں **والمتفر نجون لهم بعد ذلک ظهير** اور اہل علم اس میں متساہل اور خاموش، روشن خیالی کی آرزو میں روشن ضمیری سے دستکش ہونے کے لیے عملاً تیار۔مسلک کے اہم مسائل کی آڑ میں تعلیم یافتہ طبقہ مصر ہے کہ سنت نبوی کی جگہ انہیں سنت یورپ پر عمل کے لیے کھلا چھوڑ دیا جائے۔وقت کے اہم مسائل حل کرنے کا یہ عجیب حیلہ ہے اور ایک حیرت انگیز انکشاف گویا وقت کے اہم اور موسم کے مشکل مسائل کا حل صرف چہرے کے چند بالوں کے اڑا دینے پر موقوف ہے،ہم قدامت پسندوں کے لیے اس منطقی ربط کا سمجھنا قطعی ناممکن ہے جوان مسائل اور بالوں میں پایا جاتا ہے۔اس لیے ترقی پسند حضرات کی ہر سرزنش بجا اور برمحل۔

اصلاح اوراثر:

اسلام نے ایک جامع دعوت دنیا کے سامنے پیش فرمائی ہے جس میں اعتقاد وعمل اور جو آثار ان پر مرتب ہوتے ہیں سب کو یکساں ملحوظ رکھا ہے اور ہر ایک کو دعوت میں مناسب جگہ دی ہے اسلام کی نظر میں وضع کی درستگی اصلاح قلب کا لازمی سا اثر ہے۔

((اِنَّ فِیْ الْجَسَدِ لَمُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهُ أَلاوَهِیَ الْقَلْبُ))

''بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا سارا بدن درست ہوگا اور جب وہ بگڑا سارا بدن بگڑ گیا سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے''

البخاری،الایمان،باب فضل من استبرأ لدینه ومسلم،المساقاة، باب الحلال وترك الشبهات

یہ تو ہوسکتا ہے کہ وضع درست ہو اور دل درست نہ ہو لیکن یہ مشکل ہے کہ دل درست ہو اور وضع پر اس کا کچھ اثر نہ پڑے۔ اسی لیے ان آثار کی تبدیلی پر کوئی سزا نہیں دی گئی۔ اعتقاد و عمل کے بعد کھلا چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ اس کا اثر خود بخود ظاہر ہو۔

اصلاح وضع میں داڑھی کے بالوں کو شرعاً خاص اہمیت حاصل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے فطری عادت قرار دیا ہے۔ بعض احادیث میں خصائل فطرت پانچ آئی ہیں۔ (بخاری) بعض میں ان کی کل تعداد دس بتائی گئی ہے۔ (مسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة و ابوداود)

صحیح یہ ہے کہ اس سے بھی زیادہ ہیں دائیں اور بائیں ہاتھ کے کاموں کا امتیاز اسی قسم کا تہذیبی مسئلہ ہے۔ حضرت ابراہیم k سے لے کر آنحضرت ﷺ کے مقدس دور تک انبیاء اور صلحاء ان عادات کے پابند رہے۔ اور ان عادات کی پابندی کو امت اسلامیہ کا شعار قرار دیا گیا۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

((اَقُولُ) هٰذِهِ الطَّهَارَاتُ مَنقُولَةٌ عَن اِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُتَدَاوِلَةٌ فِي طَوَائِفِ الْاُمَمِ الْحَنِيفِيَّةِ اُشرِبَت فِي قُلُوبِهِمْ وَدَخَلَتْ فِي صَمِيمِ اعتِقَادِهِمْ عَلَيْهَا مَحْيَاهُمْ وَعَلَيْهَا مَمَاتُهُمْ عَصْرًا بَعْدَ عَصْرٍ وَلِذَالِكَ سُمِّيَت بِالفِطْرَةِ وِهٰذِهِ شَعَائِرُ الْمِلَّةِ الْحَنِيفِيَّةِ وَلَابُدَّ لِكُلِّ مِلَّةٍ مِنْ شِعَائِرَ يُعْرَفُوْنَ بها الخ[حجة الله البالغة مصری باب خصال الفطرة ج۱ ص۱۸۲، ج۲ ص۱۹۱]

''یہ پاکیزہ عادتیں حضرت ابراہیم k سے منقول ہیں۔ تمام موحد قومیں ان کی پابند ہیں۔ ان لوگوں نے دل سے اسے پسند کیا۔ اور ان کے معتقدات کی یہ عادتیں جزء بن گئیں۔ انہی پر انکی حیات اور انکی ممات ہے قرناً بعد قرن لہٰذا اسی لئے انکا نام فطرت رکھا گیا ہے، اور ملت حنیفیّہ کے یہ شعائر ہیں۔ ہر ملت کے لیے ایسے نشانات کی ضرورت ہے جن سے وہ پہچانے جائیں''

غرض اگر ملت کا دینی مزاج درست ہوگا تو یہ نشانات یقیناً اسے پسند ہوں گے اگر دینی مزاج بگڑ جائے تو ان مقدس عادتوں سے خود بخود انحراف شروع ہو جاتا ہے۔ مزاج ملت کے لیے ایسے شعائر نبض کا حکم رکھتے ہیں۔ ((اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى))

مسئلہ کی اہمیت

ان شعائر کے ترک کرنے سے خروج عن الملۃ یا ارتداد تو لازم نہیں آتا لیکن انبیاء اور دانش وران فطرت کی راہ سے انحراف ضرور ہو جاتا ہے۔ان دس خصلتوں میں تجمل اور نظافت کا بہت حد تک خیال رکھا گیا ہے۔اسی سے نظافت پسند غیر مسلموں نے بھی نظافت کے نقطہ نگاہ سے ان عادات کی پابندی کی کلمة الحكمة ضالة الحكيم۔

مشرکین ہنود اور فرنگی تہذیب کی آمیزش نے عوام میں داڑھی بڑھانے کے متعلق عجیب قسم کے خیالات پیدا کر دیئے ہیں۔ایک مختصر سی جماعت کے سوا جو اس کو دینی شعار سمجھتی ہے عوام کی غلط روی اس معاملہ میں واضح ہے کہ کسی نائی کی دکان پر چند منٹ ٹھہر کر دیکھیے کہ وہاں کانٹ چھانٹ کے کتنے نمونے بنتے ہیں۔اور کتنے خوش منظر چہرے حجام کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔اور چھل چھلا کر فرسودگی سے واپس ہوتے ہیں۔**ان فی ذالک لعبرة**

گناہ کے عموم سے بے حسی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عوام تو خیر عوام ہیں علماء بھی ان مسائل پر گفتگو کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔احادیث اعفاء کی تاویل اس طرح کی جاتی ہے کہ مداہنت کا واہمہ بھی ہو۔روشن خیالی بھی قائم رہے۔اور موجودہ فیشن پرستی کے لیے سند جواز بھی حاصل ہو جائے۔

اصحاب عزیمہ

ایسے حالات میں اصحاب عزیمت کی رفتار تیز ہو جانی چاہیے۔سنت کی ترویج اور اس اجر عظیم کے لیے اس سے بہتر وقت کون سا ہوگا۔روشن خیالی وہی درست ہوگی۔جس کے ساتھ روشن ضمیری ہاتھ سے نہ جائے۔ضرورت ہے امر بالمعروف کے تمام ذرائع اس وقت جمع کر دیئے جائیں تاکہ عوام کم از کم اتنا محسوس کریں کہ وہ غلطی کر رہے ہیں۔اور ان کے دلوں میں اعمال صالحہ اور سنن صحیحہ کے لیے جستجو اور خلش باقی رہے۔وہ گناہ کو گناہ سمجھ کر کریں۔اور غلطی کو غلطی سمجھیں۔اس مسئلہ پر لکھتے وقت میں خود بھی سوچتا ہوں کہ اسے پڑھ کر عوام کے تاثرات کیا ہوں گے جب کہ علماء کا شیوہ بھی تساہل کی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔یورپ زدہ ذہن تو یہ سننا بھی گوارہ نہ کریں کہ داڑھی شعائر اسلام سے ہے۔تاہم میں بے امید

نہیں۔ چند آدمی بھی اس جمود عام میں اس سنت کے صحیح مقام کو سمجھ جائیں تو اس ظلمستان میں غنیمت ہو گا۔

اس معاملہ میں احادیث صحیحہ کا منشاء

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ((خَالِفُوا الْمُشْرِکِینَ وَفِّرُوا اللِّحٰی وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ))[صحیح بخاری معه الفتح ص۲۷۳ ج۱]

''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں کی مخالفت کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور لبیں خوب پست کرو۔''

قَالَ ایضا عنه قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انْهَکُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَی[حواله مذکور]

''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے لبیں خوب صاف کرو اور داڑھیاں چھوڑ دو۔''

((أَنَّہُ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَإِعْفَاءِ اللِّحْیَةِ))صحیح مسلم و ابوداؤد ص۱۲۸ ج۱]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا لبیں کٹانے کا اور داڑھیاں بڑھانے کا۔''

عن عائشة قالت قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّوَارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْیَةِ الخ

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دس چیزیں فطرت سے ہیں مونچھوں کو کٹانا اور داڑھی کو بڑھانا۔''

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللِّحَی خَالِفُوا الْمَجُوسَ؛[ابوداؤد، ومسلم ص۱۲۹ ج۱]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لبیں کٹاؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو مجوس کی مخالفت کرو۔''

وفی حدیث أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا اللِّحَی؛[مسلم ص۱۲۹ ج۱]

''اور حدیث میں ہے مونچھیں صاف کرواور داڑھیاں بڑھاؤ۔''

وفی شمائله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ كَثَّ اللِّحْيَةِ؛ [شمائل ترمذی]

''آپ ﷺ کی داڑھی مبارک بھاری اور گھنی تھی''

ان احادیث کا مفاد یہ ہے کہ لبوں کے بال منڈوا دیے جائیں۔ یا جڑ سے کٹوا دیے جائیں۔ اور داڑھی پوری طرح بڑھا دی جائے۔ احادیث زیر قلم سے داڑھی بڑھانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بعض احادیث میں یہ ذکر بصیغہ امر آیا ہے۔ اور بعض میں بلفظ امر اور خود آنحضرت ﷺ کی ریش مبارک بہت بھاری تھی۔ وجوب واباحت کی اصطلاحی مباحث کو نظر انداز کر کے بھی کسی کا جو مفاد ہوسکتا ہے اور امر ان الفاظ سے جن نتائج کا خواہش مند ہوسکتا ہے۔ ان سے اغماض نہیں کیا جا سکتا۔ جب یہ معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت امت پر فرض ہے۔ آنحضرت ﷺ کے سوا کسی کی اطاعت پر امت مجبور نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی صحیح صریح احادیث کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کے عمل کو اہمیت نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی تعارض یا ترجیح کسی دوسرے کا حق ہے۔ اگر تاویل کی ضرورت ہو تو امت کے اقوال واعمال میں ہونی چاہیے۔ پیغمبر کو امت کا تابع نہیں کرنا چاہیے۔ صحابہ ہوں یا عام افراد امت مقام نبوت کی تقدیس کو نہیں پہنچ سکتے۔ اطاعت کا عہد آنحضرت ﷺ سے کیا گیا ہے افراد امت سے نہیں۔

نص حدیث

حدیث میں اس مفہوم کو پانچ الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اَوْفُوْا، اَعْفُوْا، اَرْخُوْا، اَرْجُوْا، وَفِّرُوْا

امام نووی فرماتے ہیں:

مَعْنَاهَا كُلِّهَا تَرْكُهَا عَلٰى حَالِهَا هٰذَا هُوَ الظَّاهِرُ مِنَ الحَدِيْثِ الَّذِى تَقْتَضِيْهِ اَلْفَاظُهُ وَ هُوَ الَّذِى قَالَهُ جَمَاعَةٌ مِنْ اَصْحَابِنَا وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ [نووی ص ۱۲۹ ج ۱]

قَالَ فِى مَجْمَعِ البِحَارِ ص ۴۰۳ ج ۲ فِيْهِ اَمْرٌ بِاِعْفَاءِ اللِّحٰى وَهُوَ اَنْ يُوَفَّرَ شَعْرُهَا وَلَا يُقَصَّ كَالشَّوَارِبِ الخ اس میں داڑھی بڑھانے کا حکم ہے۔ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وَ مَعْنٰی الکُلِّ تَرْکُھا عَلٰی حَالِھَا وَیُکْرَہُ حَلْقُھَا وَقَصُّھَا الخ

ان تمام الفاظ کا یہ مطلب ہے کہ داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے نہ کترایا جائے نہ منڈایا جائے۔

قَالَ النَوْوِی اُتْرُکُوْھَا وَلَاتَتَعَرَّضُوْا لَھَا بِتَغْیِیرٍ [نووی ص۱۲۹ ج۱]

داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔اوراس میں کوئی تبدیلی نہ کرو۔

قَالَ الطَّبْرِیُ ذَھَبَ قَوْمُ اِلٰی ظَاھِرِ الحَدِیْثِ فَکَرِھُوْا تَنَاوُلَ کُلِّ شَیْءٍ مِنَ اللِّحْیَۃِ مِنْ طُوْلِھَا وَعَرْضِھَا [فتح ص۲۷۲ ج۱۰]

ایک جماعت نے حدیث کے صریح مفہوم کو پسند فرمایا۔اورطول وعرض سے کٹانا ناپسند کیا ہے۔

قَالَ عِیَاضٌ یُکْرَہُ حَلْقُ اللِّحْیَۃِ وَقَصُّھَا وَتَحْرِیْقُھَا الخ

قاضی عیاض فرماتے ہیں: داڑھی منڈوانا، کترانا،جلانا ناجائز ہے۔لیکن طول فاحش میں کمی درست ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں یہ بھی ظاہر حدیث کے خلاف ہے۔

مفہوم لغوی

اب اعفاء،ارخاء،ایفاء،ارجاءتوفیر کے لغوی معنی پر غور فرمایئے ان الفاظ میں تکثیر وتکمیل کے معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔اور ظاہر ہے کہ یہ مفہوم کمی اور نقص کے منافی ہے۔جو حلق اور تقصیر کا لازمی مفاد ہے۔

صاحب جامع الصحیح رحمہ اللہ نے لغوی شہادت کے طور پر آیت سورۃ اعراف کا ذکر فرمایا ہے۔حتی اذا عفوا کثروا وکثرت اموالھم ان کے مال اولاد میں بڑی کثرت ہوئی۔

قَالَ ابْنُ قُتَیْبَۃَ حَتّٰی عَفَوا اَی کَثُرُوْا وَمِنْہُ الحَدِیْثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ اَمَرَ اَنْ تُحْفٰی الشَّوَارِبُ وَتُعْفٰی اللِّحٰی اَی تُوَفَّرَ [قرطین ص۱۷۹]

عفو کے معنی کثرت کے ہیں۔اور حدیث اَعْفُوْا اللِّحٰی بھی یہی مطلب ہے۔ابن دقیق العید فرماتے ہیں:حقیقۃ الاعفاء الترک وترک التعرض للحیۃ یستلزم تکثیرھا

[فتح الباری ص۱۷۳ ج۱]

عفا الشئی کثرو فی التنزیل حتی عفوا ای کثروا (ویقال) عفوت الشعر عفوا وعفیته واعفیته عفیا ترکته حتی یکثر و یطول ومنه احفوا الشوارب واعفوا اللحی (مصباح المنیر مختصرًا) قال الراغب اعفیت کذا ای ترکت یعفوا ویکثرو منه قیل اعفوا اللحی والعفاء ما کثر من الوبر والریش الخ [مفردات القرآن]

ان تمام حوالوں کا منشا یہ ہے کہ عفو کے معنی لغۃ میں تکثیر اور انبوہ کے ہیں اور داڑھی کے معاملہ میں آنحضرت ﷺ کا یہی مقصود ہے کیوں کہ اسلامی وضع میں یہ ایک اہم اسلامی شعار ہے۔

داڑھی بڑھانا آنحضرت ﷺ کا حکم ہے۔اس کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی اور اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ یہ تو فطرت کا طبعی فعل ہے۔اس کے لیے قانونی حد نہیں مقرر کی جاسکتی۔کہیں چند بالوں تک یہ قصہ ختم ہوجاتا ہے اور کہیں پوری چھاتی اس کی لپیٹ میں آجاتی ہے۔البتہ کترانا چونکہ انسانی فعل ہے اس کی تحدید ضروری ہے اور دلیل بذمہ مدعی، ارخاء، استرخاء، رخو یہ قریب المعنی الفاظ ہیں۔جن میں نرمی اور وسعت ملحوظ ہے۔**فرس رخاء ای وسیع الجری ارخوا اللحیۃ** معنی یہ ہوگا کہ اسے اپنی طبعی رفتار سے لٹکنے اور بڑھنے کا موقعہ دیا جائے۔

وفاء، ایفا، توفی یہ الفاظ تکمیل واتمام کی تعبیر کے لیے مستعمل ہوئے ہیں۔

قال الراغب الوافی الذی بلغ التمام یقال درھم واف وکیل واف واوفیت الکیل والوزن الموفون بعھدھم وغیرامثلہ میں اتمام وتکمیل کا مفہوم ظاہر ہے۔گویا ریش کا شرعاً کامل رکھنا ضروری ہے کذا فی دواوین اللغۃ

ارجاء اس کے معنی تاخیر اور مہلت کے ہیں۔**واخرون مرجون لامر اللہ ارجو اللحی** اسی محارہ سے ماخوذ ہے۔یعنی بالوں کو چھوڑو۔اس تاخیر کے لیے بڑھنا ضروری ہے اور یہی شارع k کا مقصود ہے۔

وفر، وفور، توفیر، الوفر المال اتمام یقال وفرت کذا تممته وکملته و یقال ان جھنم جزاء کم جزاء موفورا ووفرت عرضہ اذا لم تنقصہ (مفردات القرآن) وفروا اللحی

صحیح بخاری کے الفاظ ہیں۔جس کا مطلب ہوگا کہ داڑھی کو مکمل کرو۔اتمام وتکثیر اس کے معنی میں ضروری ہیں۔مصباح،مختار الصحاح ودیگر کتب لغت ان معانی پر متفق ہیں۔اگر آنحضرت ﷺ زبان جانتے تھے۔تو پھر ان الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ان مرفوع احادیث کا مطلب تو یہی ہے کہ داڑھی کو اپنی طبعی حد تک پہنچنا چاہیے۔نہ اس میں منڈانے کی گنجائش ہے نہ قصر فاحش کی بلکہ یہ سبزہ اپنی طبعی رفتار سے بڑھنا چاہیے اور اسے چہرے کی زینت رہنا چاہیے۔

جہاں تک صحیح حدیث کا تعلق ہے کوئی حدیث منڈانے یا کترانے کے جواز میں میری نظر سے نہیں گزری۔جامع ترمذی میں ایک حدیث بواسطہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بایں الفاظ مروی ہے

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَاخُذُ مِنْ لِحَیْتِہٖ مِنْ عَرْضِھَا وَ طُوْلِھَا))[ترمذی مع تحفہ ص ۱۱/٤]

''آنحضرت ﷺ داڑھی کے طول وعرض سے کچھ بال لے لیا کرتے تھے۔''

یہ حدیث بشرط صحت پراگندہ بالوں کی دلیل ہوسکتی ہے۔لیکن حدیث میں کئی وجوہ سے کلام ہے۔

1 حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ایسی نہیں جس سے بصورت انفراد کوئی حکم ثابت ہو سکے۔

2 اگر اس میں نکارت نہ بھی پائی جائے تو بھی صحیحین کی احادیث اس کے خلاف ہیں۔

3 اس کی سند میں عمر بن ہارون راوی ہیں۔امام بخاری فرماتے ہیں ان کی یہ روایت بالکل بے اصل اور منکر ہے۔

4 عمر بن ہارون منفرد ہیں اور ان کا کوئی متابع نہیں۔

5 عمر بن ہارون تفرد کے علاوہ ضعیف ہیں۔عبدالرحمٰن بن مہدی،امام نسائی فرماتے ہیں یہ متروک الحدیث ہیں۔یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ کذاب اور خبیث ہے۔ابوداؤد فرماتے ہیں ثقہ نہیں۔ابن مدینی اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ سخت ضعیف ہے۔ [میزان الاعتدال]

ایسی روایات سے نہ کوئی مسئلہ ثابت ہوسکتا ہے اور نہ ہی ترجیح دی جاسکتی ہے۔

شعار المشرکین

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے خالفوا المشرکین اس کی تفسیر میں مجوس اور یہود دونوں کا ذکر آیا

ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین میں منڈانے اور کترانے کی دونوں عادتیں تھیں۔آنحضرت ﷺ نے ان کی مخالفت کے لیے حکم فرمایا۔ بلکہ تاکید فرمائی کہ ہم اپنی وضع ان سے جدا رکھیں۔

حافظ ابن حجر e فرماتے ہیں:

((فانهم كانوا يقصون لحاهم ومنهم من كان يحلقها))

''ایک قوم نے داڑھی منڈانا شروع کیا اور یہ مجوس سے زیادہ برے ہیں کیوں کہ وہ کتراتے ہیں۔''

[فتح ص ۲۷۲ ج ۱]

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ مشرکین عموماً کترانے کے عادی تھے۔منڈانے کا زیادہ رواج حافظ ابو شامہ کے زمانے میں ہوا۔مجوس میں منڈوانے کی عادت کم تھی۔گویا حدیث **خالفوا المشركين** میں کترانے کو برا سمجھا گیا ہے۔اس کے باوجود یہ دونوں فعل ناجائز ہیں اور ممنوع۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین میں قصر فاحش کا رواج تھا۔اسی سے بعض سلف نے قبضہ کو قصر کی آخری حد سمجھا۔اس سے کم کرنا مشرکین کی مشابہت ہے۔جس سے حدیث میں بصراحت روکا گیا ہے۔

حضرت عمر I مشرکین کی وضع اور زی کے سخت مخالف تھے۔جیسے کہ ان کے مکاتیب سے واضح ہے۔ کیوں کہ جب اسلام زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی فرماتا ہے تو پھر وضع کا شعبہ اس رہنمائی سے کیوں مرحوم ہو۔علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قصر اللحية من صنع الاعاجم وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالافرنج والهنود ومن لا خلاق له في الدين من الفرق الموسومة بالقلندرية))

''داڑھی کٹانا اکثر فرنگیوں اور ہنود و مشرکوں کی عادت ہے۔اور ایک بے دین فرقہ قلندریہ کا بھی یہی شیوہ ہے۔'' [مجمع البحار ص ۴۰۳/]

جب مشرکین میں قصر کا رواج زیادہ تھا تو منڈانے کے ساتھ کترانا بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔مجوزین قصر کے نزدیک اس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہوگا کہ قبضہ سے کم نہ ہو۔کیوں کہ یہ قصر فاحش ہے۔جو مشرکین کرتے تھے۔آنحضرت ﷺ نے ان کی مشابہت سے روکا۔

اگر قصر کا معیار ہر شخص کی صوابدید کو قرار دیا گیا تو حدیث خالفوا المجوس بالکل بے مقصد رہ جائے گی۔ آخر وہ کون سا قصر ہے جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اور حدیث نہی کا انطباق قصر کے کون سے افراد پر ہوگا۔ حضرات قاصرین سنجیدگی سے تحدید قصر پر غور فرمائیں۔

صحابہ کرام n

سنت صحیحہ کے بعد جہاں تک عمل واعتقاد کا تعلق ہے کسی دوسرے شخص کی طرف توجہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تاہم صحابہ n کے مقام کی رفعت معلوم ہے۔ ان کے اعمال وارشادات تسکین قلب میں اضافہ کا موجب ہیں۔ اس لیے مذاہب صحابہ n کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

حضرت جابر l:

حضرت جابر l سے ہے کہ:

((كُنَّا نُعْفِي السِّبَالَ اِلَّا فِيْ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ))

''حج اور عمرہ کے سوا ہم داڑھی کے بال بڑھایا کرتے تھے''

[ابوداؤد مع بذل المجهود ج٥ ص٧٩]

سبال سبلہ کی جمع ہے۔ شوارب کے آخری بالوں کو بھی کہا جاتا ہے۔ اور سامنے کے بالوں کو بھی جو سینہ پر پھیلتے ہیں۔ [مجمع البهار ج٢]

یہاں دوسرا معنی مراد ہے الفاظ حدیث سے جمہور صحابہ کے دائمی عمل کا پتہ چلتا ہے۔ کہ ان میں کٹانے کا رواج نہ تھا۔ بلکہ سب بڑھایا کرتے تھے۔ قرین قیاس بھی یہی ہے کیوں کہ آنحضرت ﷺ سے مرفوعاً بشرط صحت کترانا ثابت نہیں ہے نواب صدیق حسن فرماتے ہیں:

حضرت عمر وعثمان o:

((لیکن عمر عثمان o راریش دراز زاید برقبضه بود واین ناظر وارسال است ولهذا فقهاء ارسال رامباح داشتند وحلیه مبارکه نبویه امده کث اللحیة یملاء الصدر یعنی انبوه ریش که پر میکر و سینه را الخ)) هداية السائل ص١٢]

''حضرت عمر، عثمان n کی داڑھیاں قبضہ سے زیادہ تھیں۔ یہ ارسال کی دلیل ہے۔اس سے فقہاء نے ارسال کی اجازت فرمائی ہے۔آنحضرت ﷺ کے حلیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت کی داڑھی سینے پر چھائی ہوئی تھی۔''

حضرت عبداللہ بن عمر o؛

((كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحَيْةٍ فَمَا فَضُلَ اَخَذَهُ))

''حضرت عبداللہ بن عمر o سے منقول ہے کہ وہ حج اور عمرہ سے جب فارغ ہو کر احرام کھولتے تو داڑھی کے زائد بال کٹوا دیتے۔'' [الجامع الصحیح ج۱ ص۲۷۲ ایضًا زرقانی مع المؤطا]

صحابہ عموما اور عبداللہ بن عمر o خصوصاً اتباع سنت میں مشہور ہیں۔لیکن ان کا یہ فعل سنت صحیحہ کے خلاف ہے۔

1اس لیے کہ موقوف آثار سنن صحیحہ سے متعارض نہیں ہو سکتے۔

2صحابہ کا اجماع یا جمہور صحابہ اگر عملاً کسی سنت صحیحہ کے خلاف ہوں تو حدیث کے مطلب پر غور کی ضرورت ہے لیکن افراد کے اختلاف میں سنت صحیحہ پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔پیش نظر مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

3عبداللہ بن عمر o حدیث اعفاء لحیہ کے راوی ہیں۔ائمہ حدیث اور جمہور ائمہ اسلام کے نزدیک مرفوع صحیح حدیث ہی معمول بہا ہوگی۔(**خلافاً لجمهور الحنفية**)

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((ولا يضره عمل الراوى بخلافه خلافا لجمهور الحنفية وبعض المالكية لانا متعبدون بما بلغ الينا من الخبر ولم نتعبد بما فهمه الراوى ولم يات من قدم عمل الراوى على روايته بحجة تصلح الاستدلال.)) [ارشاد الفحول ص۵۳ کتاب الاحکام ابن حزم]

''راوی کا عمل حدیث کے خلاف حدیث کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔(**خلافا للحنفية**)ہم

اتباع حدیث کے پابند ہیں، فہم روایت کے پابند نہیں۔ جو لوگ عمل راوی کو مقدم سمجھتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔''

4 بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن عمر صرف حج یا عمرہ ہی میں ایسا کرتے تھے۔[زرقانی ص ۲۵۰] جامع صحیح میں بھی یہ تخصیص موجود ہے جہاں یہ تخصیص نہیں ممکن ہے تصرف رواۃ سے ایسا ہوا ہو۔

5 سابقہ گزارشات ظاہر معنی کی بنا پر تھیں۔ اس کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر داڑھی کے پراگندہ بالوں کو اطراف لحیہ سے پکڑ کر درست فرما دیا کرتے تھے۔ اس اثر میں قبضہ سے مراد پیمائشی قبضہ نہیں جیسے قرآن میں ہے: **ثم قبضناہ الینا قبضا یسیرا** قبض بمعنی اخذ آیا ہے۔

((وانکر ابن التین ظاھر ما نقل عن ابن عمر فقال لیس المراد انه کان یقتصر علٰی قدر القبضة من اللحیة بل یمسک علیها فیزیل ماشذ منها فیمسک من اسفل ذقنه باصابعه الاربعة))[فتح الباری ج۱ ص۲۷۳]

''ابن عمر کا یہ منشاء نہیں کہ قبضہ سے زائد داڑھی کاٹ دی جائے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ذقن کے نیچے کے بال چار انگلیوں سے پکڑ کر کاٹ دیا کرتے تھے۔ یعنی پراگندہ بال طول وعرض سے لے لیا کرتے تھے۔''

یہ معنی حدیث صحیحہ سے متعارض نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر o کا جذبہ اتباع سنت اسی معنی کا متقاضی ہے۔ جذبہ اتباع سنت سے، خلاف سنت کو سنت ثابت کرنا مضحکہ خیز استدلال ہے۔ عبداللہ بن عمر o کے داڑھی کٹوانے سے اگر کترانا سنت ہوسکتا ہے تو آنحضرت ﷺ فداہ ابی وامی کا حکم اور عمل داڑھی بڑھانا سنت نہ ہوگا۔ آیا عبداللہ بن عمر o کو آنحضرت ﷺ سے بھی سنت کی محبت زیادہ تھی۔ العجب (جاری.....)

دعائے صحت

پروفیسر مطیع الرحمٰن پرنسپل امام بخاری یونیورسٹی سیالکوٹ عرصہ سے صاحب فراش ہیں قارئین سے گزارش ہے کہ ان کی صحت یابی کی دعا فرمائیں۔ (ادارہ)

کچھ یادیں کچھ باتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سفر نامہ

عظیم ادیب، قلمکار، سوانح نگار اور صحافی سے ملاقات

تحریر: مجیب الرحمٰن سیاف

ایک دن مجلس میں مولانا عبدالرشید عراقی صاحب کا ذکر خیر چلا تو احباب نے پروگرام بنایا کہ اس عظیم ادیب ،قلمکار، سوانح نگار اور صحافی کی زیارت کا شرف حاصل کیا جائے تب یہ طے ہوا کہ بروز سوموار محفل میں شریک تمام احباب چلیں گے ۔آخر کار اس مقررہ دن یعنی 13 جولائی 2009ء دوپہر بارہ بجے کے قریب موٹر سائیکلوں پر سوار ہو کر قافلے کی صورت میں جانے کے لیے تیار ہو چکے تھے ،آسمان پر موجود بادلوں نے گرمی کی شدت کو کافی حد تک کم کر دیا تھا، موسم بہت سہانا اور خوشگوار ہو چکا تھا ہم بھی پر لطف موسم سے لطف اندوز ہوتے ہوئے چل دیئے۔

میرے ساتھ موٹر سائیکل ڈرائیور مؤلف ومصنف کتب کثیرہ مولانا محمد عظیم حاصلپوری حفظہ اللہ تھے ہم ٹریفک رش کی وجہ سے پیچھے رہ گئے جبکہ باقی ساتھی آگے نکل گئے اسی دوران حاصلپوری صاحب کو پیٹ میں درد شروع ہوئی کیونکہ ان سے بھوک برداشت نہیں ہوتی سوچا کہ کچھ تناول کر لیا جائے ۔گکھڑ پہنچ کر ہم نے دال چاول کھائے اور پھر منزل کی طرف روانہ ہو گئے چلتے چلتے بالآخر ساتھیوں سے جا ملے ۔وزیر آباد بائی پاس کے قریب پٹرول پمپ کے ساتھ ملحق شاپ پر اس غرض سے احباب رکے کہ کچھ ریفریشمنٹ ہو جائے چنانچہ ٹھنڈا مشروب اور بسکٹ خرید کئے گئے جو ابھی کھا ہی رہے تھے کہ ایک صاحب ذوق اٹھے تو آئسکریم لے کر آ ٹپکے ۔ابھی آئس کریم کھانے سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ مشرق کی جانب سے گھٹا اٹھی آندھی چلی تو ہر طرف اڑتے گرد وغبار نے ہمارے لیے آگے بڑھنے کو ناممکن بنا دیا۔ چنانچہ وہیں ٹھہر گئے اور آندھی رکنے کا انتظار کرنے لگے، کچھ ہی وقت بعد آندھی کا زور ٹوٹا تو ہم پھر وزیر آباد کی طرف بڑھنے لگے وزیر آباد پل پر پہنچے تو آسمان سے ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی جس نے پر لطف سفر کو اور ہی حسین بنا دیا۔

ہم بدستور سفر جاری رکھے ہوئے وزیر آباد شہر سے نکل کر سوہدرہ کی جانب رواں تھے کہ بونداباندی رحمت الٰہی بن کر موسلا دھار بارش کی صورت برسنے لگی سوچا کہ کہیں ٹھہر کر بارش رکنے کا انتظار کیا جائے تو ایک صاحب گویا ہوئے کہ تھوڑا سا آگے چل کر ٹھہرتے ہیں چنانچہ ہم بارش میں نہاتے ہوئے کرم آباد پہنچ گئے وہاں سڑک کی بائیں جانب ایک مسجد ہے اور اس کے قریب ہی مولانا ظفر علی خاں رحمہ اللہ کی قبر ہے۔ یہ وہ شخصیت ہے جس کو بابائے صحافت کہا جاتا ہے وہ ایک ادیب وصحافی ہونے کے ساتھ بلند پایہ شاعر بھی تھے خطابت میں تو انہیں ابوالکلام ثانی کہا جاتا ہے۔شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ نے انہیں کے قلم کی کاٹ کو تلوار سے تشبیہ دی تھی۔1885ء میں انہوں نے اپنا اخبار ''زمیندار'' کے نام سے نکالا۔اپنی تحریروں کے ذریعے ہمیشہ انگریزی استعمار کو للکارتے اور ان کی غلامی سے نجات پانے کے لیے ہمیشہ مسلمانوں کو ابھارتے رہے اسی وجہ سے آئے روز جیل کی صعوبتیں برداشت کرتے۔اپنی شاعری کے ذریعے بھی اسلام کی ہی خدمت کی جب ان سے ان کی شاعری کی بابت سوال ہوا تو فرمانے لگے:

خدا کی حمد، پیغمبر کی نعت اسلام کے قصے
میرے مضمون ہیں جب سے شعر کہنے کا خیال آیا

جب آپ نے مسلمانوں کو انگریز کے خلاف جہاد پر ابھارا تو علمائے بریلی نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور مولوی احمد رضا خان کے بیٹے نے تو ان کا کفر ثابت کرنے کے لیے یہ کتاب ''القسورة علیٰ ادوار الحمر الکفرة الملقب علی ظفر رمته من کفر'' لکھ دی، تو مولانا کفر کے فتویٰ کے جواب میں یوں فرمانے لگے:

بریلی کے فتوؤں کا سستا ہے بھاؤ
کوڑی میں ملتے ہیں اب تین تین
خدا نے انہیں یہ کہہ کر ڈھیل دی
وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ

اس مسجد کی دیواروں پر آپ ہی کے اشعار باعث زینت بنے ہوئے تھے جو کہ انہوں نے اصل میں

قرآن وحدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہے تھے ان میں سے چند احباب کی نظر کرتا ہوں:

(۱) کسی پر گر کرو احسان تو نہ لو بھولے سے نام اس کا
سخاوت کا یہ ہے سودا اور لینا ہے حرام اس کا

(۲) کسی محفل میں شامل ہو تو اس نکتہ پر عامل ہو
کہ راز اس کی امانت ہے تم جس کے حامل ہو

(۳) اک دن نبی ﷺ نے حلقہ احباب میں یہ لفظ
دہرائے تین بار کہ ناک اس کی کٹ گئی
اصحاب نے کہا کہ یہ کمبخت کون ہے
توقیر جس کی حضرت باری میں گھٹ گئی
ارشاد یوں ہوا کہ وہ فرزند نا خلف
گھر جس کے جنت آئی اور آکر پلٹ گئی
ماں باپ کا جسے نہ ہو بڑھاپے میں خیال
اس نا سعید بیٹے کی قسمت الٹ گئی

اتنی دیر میں بارش رک چکی تھی ہم مولانا کی قبر سے ہو کر سوہدرہ کی جانب روانہ ہو گئے بالآخر ہم سوہدرہ پہنچ گئے۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق چوہدری محمد یونس صاحب کے ہاں گئے، بیٹھتے ہی پہلے پہل تعارف ہوا میرے علاوہ وفد میں مولانا رحمت اللہ شاکر، مولانا عبدالسلام زاہد، مولانا عظیم حاصلپوری اور قاری محمد عبداللہ صاحب تھے، وہاں سے ضیافت سے فارغ ہو کر نامور صحافی وادیب مولانا عبدالرشید عراقی صاحب کے گھر کی جانب چل نکلے پیغام بھیجا تو ہمیں گھر کے قریب ایک ڈیرے پر بیٹھنے کا حکم ہوا یہ ''ڈیرہ ملکاں'' کے نام سے مشہور ہے۔

ہمیں وہاں بیٹھے چند منٹ ہی گزرے کہ ایک دراز قد، گندمی رنگ والے چہرے پر سفید کٹی ہوئی ڈاڑھی سجائے، اور ناک پر عینک رکھے ایک بزرگ تشریف لائے یہ تھے ہمارے ممدوح مولانا عبدالرشید عراقی! سلام دعا کے بعد سب احباب کا تعارف ہوا کچھ دیر بیٹھے اپنی زندگی کے نشیب

وفراز اور اپنی تصانیف کے بارے میں بتلاتے رہے اور ان کی طباعت پر ہونے والے کٹھن حالات کا بھی ذکر کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ کتاب لکھنا آسان ہے لیکن اس کو طبع کروانا بہت مشکل کام ہے۔ انداز گفتگو ان کا دھیمہ تھا گفتگو کے سلسلے کو موذن کی اذان نے منقطع کر دیا تو ہم مسجد کی جانب چلے گئے وہاں امام کی اقتداء میں نماز عصر ادا کی نماز کے بعد دوبارہ مسجد میں ہی مجلس جمی اس مجلس میں انہوں نے دو واقعات سنائے جو احباب کی خدمت میں بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ دونوں واقعے گستاخان صحابہ کے انجام بد کے متعلق تھے لیجئے آپ بھی پڑھئے!

(۱) عراقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں مولانا عبدالرحمٰن عتیق صاحب رحمہ اللہ خطیب مسجد منانیہ وزیر آباد کے پاس بیٹھا تھا تو فضل کریم رحمہ اللہ جو کہ اس وقت کمیٹی میں ہیڈ کلرک تھے انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک شیعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی شان میں بدکلامی کیا کرتا تھا ایک حجام کو اس پر بہت غصہ آتا لیکن کچھ کر نہ سکتا ایک دن وہی شیعہ اس حجام کے پاس حجامت بنوانے آیا تو اس نے موقع غنیمت جان کر دوران حجامت اس کی شاہرگ کاٹ دی اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

پولیس آئی حجام کو پکڑ کر لے گئی اس کے خلاف مقدمہ چلا تو حجام نے کہا کہ میں نے خنزیر قتل کیا ہے کسی آدمی کو قتل نہیں کیا دوسری طرف سے اصرار کہ نہیں آدمی قتل کیا ہے یہ حجام اپنے دعویٰ پر پکار رہا بالآخر جب اس شیعہ کی قبر کشائی ہوئی تو اللہ نے اس کی شکل خنزیر کی صورت میں بدل دی تھی اس طرح وہ محبّ صحابہ حجام قتل کیس سے بری ہو گیا۔

(۲) یہ واقعہ عراقی صاحب مولانا عبدالرحمٰن عتیق رحمہ اللہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ملتان میں ایک شیعہ جس کا نام دیدار علی تھا وہ ہر روز صبح ایک کاغذ پر جوتے مارا کرتا اس کے پاس ایک پٹھان ملازمت کرتا تھا وہ ہر روز یہ منظر دیکھتا اور حیران ہوتا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے....؟ ایک دن جب وہ شیعہ غسل کر رہا تھا اس ملازم نے وہ صندوق سے کاغذ نکال کر دیکھا تو اس پر ان پاکباز ہستیوں جناب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسماء لکھے ہوئے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر اس پٹھان نے ملازمت چھوڑ دی اور اپنے آبائی علاقہ واپس چلا گیا۔

جب اس شیعہ کی موت واقع ہوئی اس کے لواحقین نے یہ فیصلہ کیا اس کی نعش کو ایران لے

جا کر دفن کیا جائے چنانچہ ایک تابوت میں بند کر کے عارضی طور پر دفن کر دیا گیا اجازت نامہ لیتے لیتے تقریباً چھ ماہ کا عرصہ بیت گیا جب اجازت ملی تو اس کے تابوت کو نکالا گیا تو کیا دیکھا کہ اس کی صورت مسخ ہو کر خنزیر کی صورت میں بدل چکی ہے۔ جب اس بات کی اطلاع گورنمنٹ کو ہوئی تو انہوں نے لے جانے سے انکار کر دیا لہذا اسے پھر وہیں دفن کر دیا گیا۔

قارئین کرام! ان پاکباز ہستیوں پر طعن کا بدلہ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا ان لوگوں کو اللہ نے دوسروں کے لیے نشان عبرت بنا دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو ایسی برگزیدہ ہستیاں ہیں جن پر اللہ راضی ہے ان سے جنت کے وعدے کیے ہیں ان کو ہدایت یافتہ، کامیاب اپنے قرآن میں کہا ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا:

''میرے صحابہ کو گالی نہ دو''۔

آیئے اب موصوف عراقی صاحب کا کچھ تعارفی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

نام: عبدالرشید بن ملک عطاء اللہ بن ملک حاکم الدین ہے آپ دس نومبر 1935ء کو سوہدرہ تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، 1952ء میں آپ نے میٹرک کیا اور 1955ء میں ادیب عالم کا امتحان پاس کیا اس کے علاوہ دینی تعلیم بھی حاصل کی اور مختلف اداروں میں ملازمت بھی کرتے رہے۔ بالآخر 1961ء تا 1993ء مسلم کمرشل بینک میں ملازم رہے۔ آپ نے مقالا نگاری کا آغاز 1952ء میں ہی کر دیا تھا جس کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے جن رسائل وجرائد میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے انکی تعداد ایک سو ہے اور روزنامہ اخبارات کی تعداد اٹھارہ ہے۔

اب تک آپ نے اکہتر کتب تصنیف کی ہیں ان میں اڑتالیس طبع ہو کر مارکیٹ میں مل رہی ہیں سات زیر طبع، بارہ غیر مطبوعہ اور چار مسودات ضائع ہو چکے ہیں۔ اللہ ان کی جہود علمیہ کو قبول فرمائے۔ آمین!

اس منقطع سلسلہ کو جاری کرتے ہیں عصر کے بعد کچھ دیر عراقی صاحب کے ساتھ مجلس کرنے کے بعد اجازت لے کر ہم واپس روانہ ہوئے اور کچھ دیر شہر وزیرآباد پرانی سراں میں مسجد منانیہ میں ٹھہرے یہ مسجد محدث پنجاب، استاذ پنجاب حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ کی نسبت سے معروف ہے۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ علم وفضل میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے آپ تمام علوم میں بحر بیکراں تھے

اگر ایک طرف اللہ نے بینائی کی نعمت سے محروم رکھا تھا تو دوسری طرف غیر معمولی حافظہ کی قوت سے بھی نوازا تھا جو کچھ ایک بار سن لیتے ہمیشہ یاد رہتا اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ نہ صرف قرآن کے حافظ تھے بلکہ قرآن کے مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ قرآنی علوم سے بھی آشنا تھے اور پھر آپ کو صحاح ستہ بمع اسناد واحوال رجال یاد تھی۔آپ نے اپنی مستعار زندگی کے سڑسٹھ سالوں میں پچاس مرتبہ صحاح ستہ پڑھانے کا شرف حاصل کیا اور سو مرتبہ صحیح بخاری کا درس دینے کی سعادت حاصل کی۔اللھم اغفرله وارحمه وادخله الجنة

اس وقت پاکستان میں بالخصوص بڑے بڑے علماء وشیوخ الحدیث ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔آمین!

آمدم برسر مطلب !بات چلی تھی مسجد منانیہ سے واپس وہیں چلتے ہیں مسجد میں ہماری ملاقات وہاں کے خطیب حضرت مولانا حافظ عدیل صاحب سے ہوئی جن کو اللہ نے پنجابی خطابت میں بڑا ملکہ عطا کر رکھا ہے اسی وجہ سے وزیر آباد اور اس کے گردونواح میں آپ کے مداحین بکثرت ملتے ہیں۔اللہ کرے زور خطابت اور زیادہ۔

پھر ہم حضرت حافظ عدیل صاحب کے ساتھ ان کی رہائش گاہ گئے جہاں انہوں نے ہماری تواضع ٹھنڈے مشروب اور آموں سے کی چند ساعتیں ان کے پاس بیٹھنے کے بعد ہم واپس گوجرانوالہ کے لیے روانہ ہوئے۔ہم وزیر آباد سے نکل چکے تھے اور سورج بھی رب کے حضور سجدہ کرنے کی تیاری میں تھا جب راہوالی پہنچے تو احباب کی خواہش کے مطابق یہاں کی مشہور سوغات صوفی سلیمان کی قلفی سے مزہ دوبالا کیا۔پھر سفر کا آغاز ہوا تو گوجرانوالہ پہنچ کر سب اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیئے اور ہم نے بھی جامعہ اسلامیہ سلفیہ مسجد مکرم کی راہ لی اس طرح ایک یادگار سفر اپنی یادیں چھوڑ کر اختتام کو پہنچا۔

نوٹ:''بہت سی باتیں طوالت کے ڈر سے چھوڑ دی ہیں جن کی قارئین سے معذرت کرتا ہوں امید ہے کہ قبول فرمائیں گے''۔

مکارم اخلاق

صاحب خلق عظیم اور جوامع الکلم پیغمبر ﷺ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد اعظم ؒ

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ:

(کان خلقه القرآن) ''یعنی قرآن ہی آپ ﷺ کا اخلاق تھا۔'' (ابوداؤد)

یعنی آنحضرت ﷺ نے صرف لفظ قرآن کو ہی نہیں پیش کیا بلکہ خود اسکا عملی نمونہ پیش کیا۔ جن اخلاقی صفات کو فضیلت قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کی ذات ان سے متصف تھی اور جن رذائل اخلاق کو ناپسند ٹھہرایا۔ سب سے زیادہ آپ ﷺ مکمل ان سے پاک تھے۔

حضرت عائشہ ؓ کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی خادم کو نہیں مارا۔ کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کبھی آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا۔ اپنی ذات کے سوا کبھی کسی ایسی تکلیف کا انتقام نہیں لیا جو آپ ﷺ کو پہنچائی گئی الّا یہ کہ اللہ کی حرمتوں کو توڑا ہو اور آپ ﷺ نے اللہ کی خاطر اسکا بدلہ لیا ہو اور آپ ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ جب دو کاموں میں سے ایک کام کا آپ ﷺ کو انتخاب کرنا ہوتا تو آپ ﷺ آسان تر کام پسند کرتے تھے الا یہ کہ وہ گناہ ہو اور اگر کوئی کام گناہ ہوتا تو سب سے زیادہ دور رہتے تھے۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی ہے آپ ﷺ نے کبھی میری کسی بات پر اف تک نہ کی۔ کبھی کسی کام کے بارے یہ نہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا اور کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں نہ کیا۔

[بخاری، مسلم، مشکوۃ: ۵۱۸]

آپ ﷺ کے بلند اخلاق پہ قرآن شہادت دیتا ہے۔

﴿ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [القلم: ۱، ۲، ۳، ۴]

''قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہو۔اور یقیناً تمہارے لیے ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے اور بیشک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔''

دعوٰی نبوت سے پہلے اہل مکہ آپ ﷺ کو صادق وامین کے لقب سے یاد کرتے تھے آپ ﷺ پر قوم کو مکمل اعتماد تھا اور آپ ﷺ ہر دلعزیز تھے۔انہوں نے اس وقت جھٹلایا جب آپ ﷺ نے توحید کا اعلان کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خود ابوجہل نے نبی ﷺ سے کہا:

(اِنَّا لَا نُکَذِّبُکَ وَلٰکِنْ نُکَذِّبُ مَا جِئْتَ بِهٖ)

''ہم آپ ﷺ کو تو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ جو کچھ آپ ﷺ پیش کر رہے ہیں ہم اسے جھوٹ قرار دیتے ہیں۔''

جنگ بدر کے موقع پر اخنس بن شریک نے علیحدگی میں ابوجہل سے سوال کیا کہ یہاں میرے اور تیرے سوا کوئی نہیں تم بتاؤ کہ محمد ﷺ کو تم سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم محمد ﷺ ایک سچا آدمی ہے۔اس نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا مگر جب لِوا (جھنڈا) سقایہ (پانی پلانا) حجابہ (دربانی) اور نبوت سب کچھ بنی قصیٰ ہی کے حصے میں آجائے تو بتاؤ سارے قریش کے پاس کیا رہ جائیگا۔اللہ اپنے نبی کو تسلی دیتا ہے تکذیب دراصل تمہاری ہی نہیں ہماری کی جارہی ہے۔

﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ [الانعام:۳۳]

''اے محمد ﷺ ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے لیکن یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔''

جوامع الکلم پیغمبر ﷺ

آنحضرت ﷺ کی خصوصیات بہت زیادہ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیے ہیں جو الفاظ کے لحاظ سے نہایت مختصر اور معنوی لحاظ سے بڑی وسعت رکھتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

۱. اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہوگا۔

۲. اَسْلِمْ تَسْلَمْ تم ایمان لاؤ تو سلامتی پاؤ گے۔

۳. اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

۴. مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ بہتر مسلمان وہ ہے جو لایعنی امور کو چھوڑ دیتا ہے۔

۵. لَایَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنًا حَتّٰی یَرْضٰی لِاَ خِیْهِ مَایَرْضَاهُ لِنَفْسِهٖ اصل مومن وہی ہے جو اپنے بھائی کیلئے بھی وہی کچھ چاہتا ہے جو وہ اپنے لیے چاہے۔

۶. اَلنَّاسُ مَعَادِنُ انسان کانیں ہیں جس طرح ایک کان میں سے ایک ہی قسم کے جواہر نکلتے ہیں اسطرح ایک گروہ اور قبیلہ میں بھی خاص مزاج اور طبع کے لوگ ہوتے ہیں۔

۷. مَاهَلَکَ امْرُءٌ عَرَفَ قَدْرَهٗ جس نے اپنی قدر پہچانی نجات پائے گا ہلاک نہیں ہوگا۔

۸. اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ جس سے مشورہ لیا جائے وہ معتمد اور امین آدمی ہونا چاہئے۔

۹. اَلْمَرْءُ مَعَ الْخِیَارِ مَالَمْ یَتَکَلَّمْ مرد نہ کہی ہوئی بات پر اختیار رکھتا ہے۔

۱۰. لَاخَیْرَ فِی صُحْبَةِ لَایَرٰی لَکَ مَاتَرٰی لَهٗ ایسے شخص سے ملنا بیکار ہے کہ جو کچھ تو اس کیلئے چاہے وہ تیرے لیے نہ چاہے۔

۱۱. رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ خَیْرًا فَنَفَعَ اَوْ سَکَتَ فَسَلِمَ اللہ اس بندہ پر رحم کرے جس نے اچھا کام کیا اور فائدہ پہنچایا یا چپ رہا اور رہائی پائی۔

۱۲. ذُوْالْوَجْهَیْنِ لَا یَکُوْنُ عِنْدَاللّٰهِ وَجِیْهًا منافق کی اللہ کے نزدیک کوئی عزت نہیں ہے۔

۱۳. اَلنَّاسُ کَاَسْنَانِ الْمِشْطِ لوگ کنگھی کے دندانوں کی مانند ہے۔

۱۴. خَیْرُ کُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خَیْرُ کُمْ فِی الْاِسْلَامِ جو زمانہ جاہلیت میں اچھا ہے جب وہ

اسلام قبول کر لیتا ہے تو وہ پھر اسلام میں بھی اچھا ہی ہوتا ہے۔

۱۵۔اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَوءُ دِمَاءُ هُمْ مسلمانوں کا خون باہم برابر ہے۔

۱۶۔وَالْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ شراب نوشی عام گناہوں کا سرچشمہ ہے۔

۱۷۔وَشَرُّالْمَاْکَلِ مَاْکَلُ مَالِ الْیَتِیْمِ بدترین غذا یتیم کا مال کھانا ہے۔

۱۸۔وَالسَّعِیْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَیْرِہٖ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

۱۹۔وَالشَّقِیُّ مَنْ شَقِیَ فِی بَطْنِ اُمِّہٖ واقعی بد بخت وہ ہے جو پیدائشی بد بخت ہو۔

۲۰۔وَاِنَّمَا یَصِیْرُاَحَدُ کُمْ اِلٰی مَوْضِعَ اَرْبَعَةِ اَذْرُعٍ اور تم میں سے ہر ایک چار ہاتھ زمین میں جانے والا ہے۔

۲۱۔وَلَا مُرُّاِلَی الْاٰخِرَةِ اور معاملہ آخرت میں پیش ہونے والا ہے۔

۲۲۔وَمَلَاکُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهٗ عمل کا دارومدار اسکے انجام پر ہے۔

۲۳۔وَشَرّالرُّوْیَاالکِذْبُ اور بدترین خواب جھوٹا خواب ہے۔

۲۴۔وَکُلُّ مَاهُوَاٰتٍ قَرِیْبٌ جو چیز چلی آرہی ہے وہ بہت قریب ہے۔

۲۵۔وَسِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ مومن کو گالی دینا فسق ہے۔

۲۶۔وَقِتَالُهٗ کُفْرٌ اور مومن سے جنگ کرنا کفر ہے۔

۲۷۔وَاَکْلُ لَحْمِہٖ مِنْ مَعْصِیَةِ اللّٰہِ مومن کا گوشت کھانا (یعنی غیبت کرنا) اللہ کی نافرمانی ہے۔

۲۸۔وَحُرْمَةُ مَالِہٖ کَحُرْمَةِ دَمِہٖ مومن کا مال دوسرے کیلئے ایسا ہی ہے جیسا کہ اسکا خون حرام ہے

۲۹۔وَمَنْ یَتَالَّ عَلَی اللّٰہِ یُکَذِّبُهٗ جو اللہ سے بے نیازی برتتا ہے خدا اس کو جھٹلاتا ہے۔یعنی خود وہ خدا پر اپنے ایمان کی تکذیب کرتا ہے۔

۳۰۔وَمَنْ یَعْفُ یَعْفُ اللّٰهُ عَنْهُ جو دوسروں کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو معاف کرتا ہے۔

۳۲۔وَمَنْ یَکْظِمُ الْغَیْظَ یَاْجُرْهُ اللّٰهُ جو غصے کو پی جاتا ہے۔اللہ اسکو اسکا بدلہ دیتا ہے۔

۳۳۔وَمَنْ یَصْبِرْیُضْعِفِ اللّٰهُ لَهٗ جو صبر کا رویہ اختیار کرتا ہے اللہ اسکے اجر میں اضافہ فرماتا ہے۔

۳۴۔وَمَنْ یَعْصِ اللّٰهَ یُعَذِّبْهُ اللّٰهُ اور جو نافرمانی کا رویہ کرتا ہے اللہ اسکو سخت سزا دیتا ہے۔

آپ ﷺ کی پوری زندگی حسن اخلاق کا مجموعہ ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((كَانَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَكَانَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ اَشْجَعَ النَّاسِ))

''آپ ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔''

[بخاری،مسلم،مشکوۃ:۵۱۸]

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام مخلوقات سے بہتر شکل وصورت اور صلاحیتیں عطا کیں۔ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ،وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ،لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ [سورۃ التین:۱،۲،۳،۴]

''قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس پر امن شہر مکہ کی کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو بہترین ساخت پہ بنایا ہے۔تمام انسانوں میں سب سے زیادہ عظیم انسان حضرت محمد ﷺ جو سید الناس،امام کائنات،رحمۃ اللعالمین ہیں اس لئے احسن تقویم کے انتہائی بلند وبالا مقام عظمت پر آپ ﷺ کی ذات اقدس کو پیدا کیا گیا۔

خُلِقْتَ مُبَرّاءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ

كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

آپ ﷺ ہر نقص وعیب سے مبرا اور پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا کہ آپ ﷺ کو ایسے پیدا کیا گیا جیسا کہ آپ ﷺ نے خود چاہا۔

حدیث نبی ﷺ (مزل درجہ ثالثہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((اِنَّ حُسْنَ الْعَهْدِ مِنَ الْاِيْمَانِ))

''بیشک وعدہ کو اچھی طرح نبھانا ایمان کی علامت ہے۔''

(صحیح الجامع الصغیر:۲۰۵۶)

توہین رسالت اور اس کا عبرت ناک انجام

تحریر
ابوحمزہ پروفیسر سعید مجتبیٰ السعیدی
(فاضل مدینہ یونیورسٹی)

نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی، حج اچھا
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

اللہ رب ذوالجلال والاکرام کی طرف سے انسانیت کے لیے پسند کیا ہوا دین اسلام ہے۔ جو اپنی تعلیمات وتفصیلات کے اعتبار سے ایک کامل، اکمل، متوازن ومعقول کہلانے کا حق دار ہے۔ اس میں رہتی دنیا تک فلاح انسانیت کی ضمانت موجود ہے۔ روئے زمین پر آج تک اگر کسی دین پر سب سے زیادہ عمل کیا جاتا ہے تو وہ صرف دین اسلام ہے۔

اسلام میں منصب رسالت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس منصب کی اہمیت اس بات کی متقاضی ہے کہ ہر مسلمان کی تمام تر محبتوں اور عقیدتوں کا مرکز ومحور حب رسول ہو۔ حب رسول کا تقاضا ہے کہ کوئی مسلمان رسول اکرم ﷺ کے بارے میں ادنیٰ سی بھی توہین گستاخی کو برداشت نہ کرے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص کی ایک ام ولد لونڈی تھی۔ وہ نابکار آں حضرت ﷺ کو سبّ وشتم کیا کرتی اور آپ ﷺ کو برا بھلا کہا کرتی تھی۔ وہ شخص اسے اس حرکتِ بد سے روکا کرتا مگر وہ باز نہیں آتی تھی۔ ایک دفعہ رات کے وقت اس بدبخت عورت نے رسول اکرم ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو اس نے ایک بھالا لے کر، اس کے پیٹ پر رکھ کر اوپر سے اس

زور سے دبایا کہ اسے مار ڈالا۔ اس عورت کے خون سے ساری جگہ خون آلود ہوگئی۔ صبح کو اس بات کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: میں اس آدمی کو قسم دیتا ہوں، جس نے یہ قتل کیا ہے، اس کے ذمے میرا حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ یہ سن کر وہ نابینا آدمی اٹھا، لوگوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ان کی گردنوں کو پھلانگتا ہوا آ کر نبی ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، اور عرض کیا: اللہ کے رسول! اس عورت کا قاتل میں ہوں۔ یہ آپ کو گالیاں دیتی اور برا بھلا کہا کرتی تھی۔ میں اسے روکتا تھا مگر یہ باز نہیں آتی تھی۔ میں اسے ڈانٹا کرتا تو یہ اس کا بھی کوئی اثر قبول نہیں کرتی تھی۔ اس کے بطن سے موتیوں جیسے میرے دو خوبصورت بیٹے ہیں۔ یہ میری رفیقہ حیات تھی۔ گزشتہ رات بھی وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگے تو میں نے بھالا لے کر اس کے پیٹ میں گھونپ کر اسے قتل کر ڈالا تو نبی ﷺ نے فرمایا: لوگو! گواہ رہو کہ اس کا خون رائگاں گیا۔

سنن ابی داؤد مع عون المعبود (ج٤/ ص٢٢٦)

اس حدیث کی شرح میں امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں دلیل ہے کہ جو بھی آدمی نبی ﷺ پر سبّ وشتم کرے اسے قتل کر دیا جائے۔

ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جو آدمی نبی ﷺ کو صریحاً برا بھلا کہے اسے قتل کرنا واجب ہے۔

ابو بکر الفارسی رحمۃ اللہ علیہ جو ائمہ شافعیہ میں سے ہیں، انہوں نے کتاب الاجماع میں لکھا ہے کہ جو آدمی نبی ﷺ کو گالی دے وہ تمام ائمہ کے نزدیک کافر ہے۔ وہ توبہ بھی کر لے تب بھی اس سے سزائے قتل ساقط نہیں ہوتی۔ کیوں کہ نبی ﷺ پر قذف کی حد قتل ہے۔ اور حدّ قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

نیل الاوطار (ج٧ ص١٨٩)

سنن نسائی کے شارح ومحشی علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ذمی آدمی جب اللہ اور اس کے رسول کے خلاف زبان درازی سے باز نہ آئے تو اس کا معاہدہ ختم اور اسے قتل کرنا جائز ہے۔ حاشیہ سنن النسائی، (ج٧/ ص١٠٩)

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں امیر المومنین سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کسی

بات پر ایک آدمی سے شدید ناراض ہوئے۔ جواب میں اس نے بھی درشت رویہ اختیار کیا۔ تو میں نے عرض کیا: خلیفہ رسول! اجازت ہو تو اس کی گردن اتار دوں؟ میری بات سن کر آپ کا غصہ جاتا رہا اور آپ اٹھ کر گھر چلے گئے، اور آپ نے مجھے گھر بلوایا۔ میں گیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: ابھی ابھی تم نے مجھ سے کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کیا: میں نے کہا تھا کہ اجازت ہو تو اس آدمی کی گردن اڑا دوں؟ فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دوں تو کیا تم ایسا کر گزرو گے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! نہیں ہرگز نہیں، محمد ﷺ کے بعد کسی کی یہ شان نہیں کہ اسے برا بھلا کہنے والے کو قتل کر دیا جائے۔

سنن ابی دائود مع عون المعبود (ج٤ /ص٢٢٧)

اس حدیث کی شرح میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ معلوم ہوا نبی ﷺ کو گالیاں دینے والے کو قتل کر دیا جائے، وہ مسلمان کہلاتا ہو یا کافر۔ الصارم المسلول (ص/ ٩٤)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نبی ﷺ کو سبّ وشتم کیا کرتی اور آپ ﷺ کے متعلق نازیبا الفاظ کہا کرتی تھی۔ تو ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے ہلاک کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔

سنن ابی دائود مع عون المعبود (ج٤ /ص٢٢٦)

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو آدمی نبی ﷺ پر سبّ وشتم کرے، اسے قتل کر دیا جائے۔

ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جو آدمی نبی ﷺ کو بالصراحت برا بھلا کہے اسے قتل کر دیا جائے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی نبی ﷺ کو گالی دے اسے قتل کر دیا جائے اور جو کوئی صحابہ کرام کو برا بھلا کہے اسے کوڑے رسید کیے جائیں۔

الصارم المسلول (ص/ ٩٢)

اس کی شرح میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والے کو قتل کرنا واجب ہے، اور اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ

کیے بغیر ہی اسے قتل کر دیا جائے۔اس کے لیے قتل شرعی حد ہے۔

سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا محمد ﷺ تک کسی بھی نبی کی، جو بھی آدمی توہین کرے، اسے گالی دے یا برا بھلا کہے تو وہ قتل کر دیئے جانے کا حق دار ہے۔

کسی نے امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو برا بھلا کہا اور ان کی ہتک عزت کی تو اس علاقے کے گورنر نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے استصواب رائے کیا کہ کیوں نہ اس آدمی کو قتل کر دیا جائے۔تو اس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ قتل صرف اسے کیا جاتا ہے جو شانِ رسالت میں دریدہ دہی کرے۔لہٰذا اسے قتل تو نا کیا جائے البتہ سرزنش کے طور پر اس کے سر پر کوڑے لگائے جائیں۔

الصارم المسلول (ص/ ۲۰۵)

عدو رسول ابوجہل کا قتل

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر میں صف میں کھڑا تھا۔ میں نے دائیں بائیں نظر ڈالی تو میرے دونوں اطراف میں دو نوجوان انصاری لڑکے کھڑے تھے۔ مجھے خیال آیا کاش کہ میرے قریب کوئی طاقت ور بہادر آدمی ہوتے۔اتنے میں ان میں سے ایک نے میرے پہلو پر ہاتھ لگا کر پوچھا چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، برادر زادے! تمہیں اس سے کیا غرض ہے؟ وہ بولا مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔اللہ کی قسم! میں نے اسے دیکھ لیا تو یا وہ نہیں ہوگا یا میں نہیں ہوں گا۔ مجھے اس کے جذبات سن کر بہت تعجب ہوا۔اتنے میں دوسرے نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر کے یہی بات کہی اتنے میں میری نظر ابوجہل پر پڑی۔ وہ کافروں کی صفوں میں گھوم رہا تھا۔ میں نے ان سے کہا وہ آدمی ابوجہل ہے۔جس کے متعلق تم دریافت کر رہے ہو۔میری بات سنتے ہی وہ برق رفتاری سے دوڑے اور جا کر تلوار سے حملے کر کے اسے قتل کر کے خود صحیح سالم واپس آ گئے۔ صحیح مسلم، باب استحقاق القاتل سلب القتیل

اکثر سیرت نگاروں کے قول کے مطابق ان میں سے ایک نام معوذ رضی اللہ عنہ اور دوسرے کا نام معاذ رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔ جب کہ صحیح بخاری کی روایت میں دونوں کا نام معاذ مذکور ہے۔ایک معاذ بن عمرو بن

الجموح رضی اللہ عنہ اور دوسرا معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ۔ حدیث: (۳۱٤۱)

جناب عبد الرحمٰن بن عوف اک صف شکن غازی
کہ تھے اس عرصۂ پیکار میں مصروفِ جاں بازی
وہ فرماتے ہیں جس دم بڑھ گئی شدت لڑائی کی
عیاں تھیں ہر طرف سرگرمیاں تیغ آزمائی کی
اچانک اپنے دائیں بائیں میں نے اک نظر ڈالی
کہ تائید دو بازو سے فزوں ہو ہمت عالی
ابھی میں اپنی حالت پر نہ تھا کچھ سوچنے پایا
کہ اک جانب سے لڑکا دوڑ کر میری طرف آیا
نہایت رازداری سے نشاں بوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتا پوچھا
یہ استفسار سن کر میں نے پوچھا فرطِ حیرت سے
بھتیجو کام کیا ہے تم اس کو بدخواہ ملت سے
یہ سن کر بول اٹھے دونوں لڑکے بے قراری سے
بتا دیں اب ہمیں کیا کام ہے اس بے دین ناری سے
قسم کھائی ہے ہم دونوں نے اس کو قتل کرنے کی
کہ اس سے بڑھ کے ہو سکتی نہیں اب عمر بھرنے کی
قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

کعب بن اشرف یہودی کی اسلام دشمنی اور رسول اکرم ﷺ سے عداوت

جب اللہ تعالیٰ نے بدر میں رسول اللہ ﷺ اور اہل اسلام کو فتح سے ہمکنار کیا تو کعب بن اشرف یہودی کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ بولا اب تو زندہ رہ جانے سے مرجانا بہتر ہے۔ اس نے بدر میں مارے جانے والے سردارانِ کفار کے مرثیے لکھے اور اظہارِ تعزیت کے لیے مکے بھی گیا۔ وہاں وہ یہ مرثیے پڑھ پڑھ کر روتا اور لوگوں کو رلاتا تھا۔ اور قریش مکہ کو مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف دوبارہ لڑائی پر اکساتا تھا۔ ایک دن وہ سب قریش کو جمع کر کے صحنِ حرم میں لے آیا اور سب نے بیت اللہ کا غلاف تھام کر مسلمانوں سے لڑنے کا حلف اٹھایا۔ پھر مدینہ منورہ آ کر مسلمان معزز خواتین کے متعلق عشقیہ اشعار اور قصیدے کہہ کہہ کر مسلمانوں کو تنگ کرنے لگا۔ زرقانی (ج۲/ ص۹)

ایک دفعہ کعب بن اشرف نے رسول اللہ ﷺ کو دعوت کے بہانے بلوایا اور کچھ آدمی متعین کر دیئے کہ جب آپ تشریف لائیں تو وہ آپ کو قتل کر دیں۔ آپ آ کر بیٹھے ہی تھے کہ جبریل امین نے آپ ﷺ کو ان کے ارادے سے مطلع کر دیا اور آپ ﷺ فوراً وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بعد میں آپ ﷺ نے اسے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

فتح الباری، (ج۷/ ص۳۳۸)

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کعب بن اشرف یہودی ایک بڑا شاعر تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اور مسلمان خواتین کے بارے میں بے ہودہ اشعار کہتا تھا۔

کفارِ مکہ کو رسول اللہ ﷺ اور اہل اسلام کے خلاف اکساتا کرتا اور مسلمانوں کو مختلف انداز سے ایذائیں پہنچاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو صبر و تحمل کی تلقین فرماتے رہتے۔ مگر جب وہ اپنی حرکتوں اور شرارتوں سے باز نہ آیا تو آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

فتح الباری، (ج۷/ ص۳۳۷)

چنانچہ صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کر دے؟ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو بہت تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ یہ سن کر

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: تو اللہ کے رسول مجھے اس کے پاس جا کر مبہم انداز میں اس کے حق میں تعریفی کلمات کہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں تا کہ میں اس کے پاس جا کر اس کا قرب اور خوش نودی حاصل کر سکوں اور اپنا مقصد حاصل کر سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس جا کر کہا کہ اس آدمی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صدقات و خیرات (چندے) مانگ مانگ کر ہمیں زچ کر دیا ہے۔ آج میں آپ سے کچھ قرضہ لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ کعب بولا تم ابھی سے گھبرا گئے ہو؟ آگے دیکھنا، ہوتا کیا ہے؟ اس کا ساتھ دینے کی پاداش میں بہت کچھ سہنا پڑے گا۔ اللہ کی قسم! تم اس سے اکتا جاؤ گے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اب تو ہم اس کے ساتھ مل چکے ہیں، اب ہم اس کا ساتھ چھوڑ نہیں سکتے۔ اب تو ہم انجام کے منتظر ہیں کہ اب ان کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ اس وقت تو ہم آپ سے ایک دو وسق غلہ یا کھجور بطور قرض لینے کے لیے آئے ہیں۔ کعب نے کہا ٹھیک ہے تم اس کے عوض کوئی چیز میرے پاس گروی رکھ دو۔ انہوں نے کہا: آپ ہم سے کون سی چیز گروی رکھنا پسند کریں گے؟ کعب نے کہا: تم اپنی عورتوں کو میرے پاس گروی رکھ دو۔ ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اپنی عورتوں کو آپ کے پاس کیوں کر گروی رکھ سکتے ہیں؟ یہ تو غیرت وحمیت کے خلاف ہے۔ اور پھر آپ تو پورے عرب بھر میں انتہائی حسین وجمیل ہیں۔ ہماری عورتیں تمہیں دیکھتے ہی تم پر فریفتہ ہو جائیں گی۔ کعب بولا: تو پھر تم اپنے بیٹوں کو گروی رکھ دو۔ یہ کہنے لگے: ایسا کرنا تو ان کے حق میں ہمیشہ کے لیے عار بن جائے گا۔ لوگ انہیں طعنے دیں گے کہ تم وہی ہو جنہیں ایک دو وسق غلے یا کھجور کے عوض گروی رکھا گیا تھا۔ البتہ ہم اپنے ہتھیار آپ کے پاس گروی رکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ بات طے ہو گئی۔ پروگرام یہ بنا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ رات کو ہتھیار لے کر آئیں گے چنانچہ حسب وعدہ وہ رات کو لے آئے۔ ابو نائلہ رضی اللہ عنہ جو کعب کے رضاعی بھائی تھے وہ بھی ساتھ تھے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔ وہ باہر نکلا تو اس کی بیوی نے کہا: اس وقت کدھر

جاتے ہو؟ کعب نے کہا: فکر کی کوئی بات نہیں۔ ایک محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہے اور دوسرا میرا رضاعی بھائی ابو نائلہ ہے، کوئی غیر نہیں۔ وہ بولی: مجھے اس آواز سے خون کی بو آتی ہے۔ کعب نے کہا: شریف آدمی کو اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لیے بھی بلایا جائے تو اسے ضرور جانا چاہیے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کو سمجھا دیا تھا کہ جب کعب آئے گا تو میں حیلے سے اس کے بال سونگھوں گا۔ تم جب دیکھو کہ میں نے اسے سر سے پکڑ کر خوب قابو کر لیا ہے تو تم اسے قتل کر دینا۔ کعب محل سے اتر کر نیچے آیا تو وہ اسلحہ سے لیس تھا۔ اور اس سے خوشبو کے بھبوکے اڑ رہے تھے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسی خوش بو تو میں نے آج تک کبھی سونگھی ہی نہیں۔ وہ فخر سے اترا کر بولا: میری بیوی عرب بھر میں حسین و جمیل ہے اور بہترین خوش بو تیار کرتی ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو کیا آپ مجھے اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیتے ہیں؟ کعب نے کہا: ہاں اجازت ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کے سر کو سونگھا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم بھی سونگھ لو، کیسی عمدہ خوش بو ہے۔

کچھ دیر بعد محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ مجھے دوبارہ اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیں گے؟ کعب نے کہا: کیوں نہیں، اجازت ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور اب کی بار خوب اچھی طرح اس کے سر کو قابو میں لے لیا اور ساتھیوں سے کہا، اپنا کام کر ڈالو۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ لوگ اپنے مشن سے واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دور ہی سے دیکھ کر فرمایا، ان چہروں سے کامیابی کے آثار ہویدا ہیں۔ انہوں نے قریب آ کر سارا واقعہ آپ کے گوش گزار کیا اور آپ کی بات کے جواب میں عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کے چہرے کو بھی کامیابیوں سے نوازے رکھے۔ اور پھر انہوں نے کعب بن اشرف کا سر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھ کر ''الحمد للہ'' کہا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

صحیح البخاری، المغازی، (٤٠٣٧)، فتح الباری، (ج٧/ ص ٣٤٠)

یہودیوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ مرعوب ہو گئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارا سردار مارا گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مسلمانوں کو ایذائیں دیا کرتا تھا۔ ہمارے دشمنوں کو ہمارے خلاف لڑائی پر اکساتا تھا۔ یہودی ان باتوں کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ پھر

آپ ﷺ نے ان سے ایک عہد نامہ لکھوایا کہ آئندہ کوئی یہودی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

الطبقات لابن سعد(ج۲/ ص ۳٤)

ابورافع عبداللہ (سلام) بن ابی الحقیق کا قتل

ابو رافع ایک یہودی تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذائیں دیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں چند انصاری نوجوانوں کو اسے قتل کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ ارضِ حجاز (یا خیبر) میں اس کا ایک قلعہ تھا۔

یہ لوگ غروبِ آفتاب کے بعد قلعے کے پاس جا پہنچے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء سے کہا تم یہاں بیٹھو۔ میں قلعے میں داخل ہونے کی کوئی سبیل نکالتا ہوں۔ یہودیوں کا ایک گدھا گم ہو گیا تھا۔ وہ مشعل لے کر اس کی تلاش میں نکلے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں پہچان نہ لیا جاؤں۔ چنانچہ میں اپنا سر پاؤں کپڑے میں لپیٹ کر اس طرح بیٹھ گیا گویا میں قضائے حاجت کر رہا ہوں۔

اتنے میں قلعہ کے دروازے کے دربان نے آواز دی کہ دروازہ بند ہونے والا ہے جس کسی نے اندر آنا ہو وہ جلدی آ جائے۔ چنانچہ میں بھی جلدی سے اندر چلا گیا اور جا کر گدھوں کے باڑے میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ میں نے دھیان رکھا کہ دربان نے قلعے کی چابیاں کس جگہ رکھی ہیں؟ ان لوگوں نے ابورافع کے ہاں جا کر کھانا کھایا۔ اور وہاں بیٹھے کافی دیر تک گفت وشنید کرتے رہے۔ رات گئے وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ جب لوگ سو گئے، ان کی آمد ورفت رک گئی اور ان کی باتوں کی آوازیں آنا بند ہو گئیں تو میں نے خاموشی سے اٹھ کر چابیاں نکال کر قلعے کا دروازہ کھول دیا تاکہ اگر کسی کو میرا پتہ چل بھی گیا تو بھاگنے اور باہر نکلنے میں رکاوٹ نہ ہو۔ پھر میں نے قلعے کے اندر واقع تمام گھروں کے باہر سے کنڈیاں چڑھا دیں۔

اور ابورافع کے محل کی طرف چلا۔ ادھر میں بھی جس جس دروازے کو کھول کر آگے جاتا، اندر سے دروازے کی کنڈی چڑھا دیتا تاکہ اگر کسی کو میرا پتہ چلے تو وہ آسانی سے مجھ تک نہ پہنچ سکے اور میں اس کے آنے تک اپنا کام کر لوں۔ وہ ایک بند کمرے میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ لیٹا ہوا تھا۔ ایسے میں

میرے لیے یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ کس چارپائی پر ہے؟

میں نے اندھیرے میں اسے آواز دی، ابورافع! وہ بولا: کون ہو؟ میں نے آواز کی طرف اندھیرے ہی میں وار کیا۔ میں ڈرا ہوا تھا کہ نہ معلوم میری اس کارروائی کا کیا انجام ہو؟ میرے وار سے تسلی بخش کام نہ ہوا۔ وہ چیخا تو میں جلدی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ پھر میں نے کمرے میں آ کر کہا: ابورافع! کیا بات ہے؟ یہ آواز کیسی ہے؟ وہ بولا کمرے میں کوئی آدمی تھا اس نے ابھی کچھ دیر پہلے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے۔

میں نے اس پر تلوار سے ایک اور حملہ کر دیا۔ مگر وہ پھر بھی قتل نہ ہوا تو میں نے اس کے پیٹ پر تلوار گھونپ دی جو اس کی پشت تک چلی گئی۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ قتل ہو گیا ہے تو میں ایک ایک کر کے دروازے کھولتا ہوا باہر نکل آیا۔ جب میں آخری سیڑھی پر پہنچا تو میں نے سمجھا کہ میں زمین پر قدم رکھ رہا ہوں۔ رات چاندنی تھی، میں زمین پر جا گرا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اپنا عمامہ پنڈلی پر لپیٹ لیا۔ اور جا کر قلعے کے دروازے کے قریب جا بیٹھا۔ میں نے سوچا کہ جب تک مجھے اس کے قتل کی حتمی اطلاع نہ مل جائے۔ تب تک یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ فجر کے وقت جب مرغ بانگ دینے لگے تو ایک آدمی نے قلعے کی دیوار پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ آج رات ارضِ حجاز کے عظیم تاجر کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ اعلان سن کر میں اپنے ساتھیوں کی طرف آیا اور ان سے کہا کہ اب یہاں سے نکل چلو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی سے ہم کنار کیا اور ابورافع کو میرے ہاتھوں سے قتل کرا دیا ہے۔

میں نے مدینہ منورہ پہنچ کر سارا واقعہ نبی ﷺ سے بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ٹانگ ادھر کرو۔ آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ فوراً یوں ٹھیک ہو گئی گویا اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

صحیح بخاری، حدیث: (٤٠٣٨)

ابوعفک کا قتل

قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں ایک شیخ تھا جسے ابوعفک کہتے تھے۔ بہت بوڑھا تھا۔ اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ یہ مدینہ منورہ میں آ کر لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف اکسایا کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ

کو اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں بظاہر بے سروسامانی کے باوجود جس عظیم الشان کامیابی سے ہم کنار فرمایا تھا وہ اس کی وجہ سے آپ سے حسد کرنے لگا اور بغاوت وعداوت پر اتر آیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ایک ہجویہ قصیدہ بھی کہا۔ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے منت مانی کہ میں ابوعفک کا کام تمام کروں گا یا اس کا خاتمہ کرتے ہوئے خود قتل ہو جاؤں گا۔

سالم رضی اللہ عنہ موقعہ کی تلاش میں رہے، گرمی کا موسم تھا۔ ابوعفک رات کو قبیلہ بنوعمرو بن عوف میں سویا ہوا تھا۔ اسی دوران سالم رضی اللہ عنہ نے موقعہ پا کر تلوار اس کے جگر پر رکھ دی اور اس کا کام تمام کر دیا۔

الصارم المسلول (ص/ ١٠٤)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ذمی اگر رسول اللہ ﷺ کو اعلانیہ سبّ وشتم کرے تو اس کا معاہدۂ امان ختم ہو جاتا ہے موقعہ ملنے پر اسے قتل کرنے کی اجازت ہے۔

عصماء بنت مروان کا قتل

عصماء بنت مروان جو بنوامیہ بن زید کے خاندان سے تھی اور یزید بن حصن خطمی کی بیوی تھی۔ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتی اور آپ ﷺ کو ایذاء دیا کرتی تھی۔ دین اسلام پر عیب لگاتی اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف لوگوں کو اکسایا کرتی تھی۔ عمیر بن عدی خطمی رضی اللہ عنہ کو جب اس کی ان حرکات شنیعہ اور اشتعال بازیوں کا علم ہوا تو انہوں نے دعا کی: یا اللہ میں تیرے حضور منت مانتا ہوں کہ اگر تو نے رسول اللہ ﷺ کو بعافیت مدینہ منورہ پہنچا دیا تو میں اس عورت کو قتل کر ڈالوں گا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بدر کے مقام پر تھے۔ آپ ﷺ اللہ کے فضل سے وہاں سے بخیریت مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو عمیر بن عدی خطمی رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس کے گھر میں جا داخل ہوئے۔ اس کے بچے اس کے پاس سوئے ہوئے تھے۔ اور اس کا ایک بیٹا اس کے سینے پر لیٹا دودھ پی رہا تھا۔ عمیر بن عدی خطمی رضی اللہ عنہ نے بچے کو اس سے الگ کر کے تلوار اس کے سینے پر رکھ کر پشت سے پار کر دی۔ اور نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا کر شریک ہوئے۔ نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: عمیر! تم نے

بنت مروان کو قتل کر دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں یہ کام کر آیا ہوں۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید مجھ سے یہ کام رسول اللہ ﷺ کی مرضی کے خلاف سرزد ہو گیا ہے۔

اس لیے دریافت کیا: اللہ کے رسول! کیا اس کے نتیجے میں مجھ پر کوئی کفارہ واجب ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ تمہارے اعمال میں سے کسی کو انکار نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی غیبی مدد کی ہے تو وہ عمیر کو دیکھ لے۔ عمیر بن عدی خطمی رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے واپس آ رہے تھے تو دیکھا کہ لوگ اس عورت کو دفن کر رہے تھے۔

انہوں نے پوچھا: عمیر! اسے تم نے قتل کر دیا؟ وہ بولے ہاں۔ اسے میں نے ہی قتل کیا ہے۔ تم نے جو کرنا ہے کر لو۔ اور مجھے رعایت نہ دو۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم سب لوگ ایسی حرکت کرو جیسی یہ کرتی تھی تو میں تم پر بھی اپنی تلوار چلا دوں گا۔ یہاں تک کہ یا تم سب کو مار ڈالوں گا یا میں مارا جاؤں گا۔

اس کے بعد اس قبیلے میں اسلام پھیلتا چلا گیا۔

الصارم المسلول (ص/ ٩٤)و مجمع الزوائد(ج٦/ ص ٤٦٠)

شاتم رسول کے بارے میں ائمہ دین کے اقوال

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو آدمی نبی ﷺ پر سبّ وشتم کرے، اس کا معاہدہ امن اور ضمان ختم ہو جاتا ہے، اسے قتل کر دیا جائے۔ الصارم المسلول(ص/ ٩)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو بھی آدمی رسول اللہ ﷺ پر سبّ وشتم کرے وہ واجب القتل ہے۔ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ الصارم المسلول (ص/ ٥٢٧)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے بھی رسول اللہ ﷺ پر سبّ وشتم کیا یا آپ کی عیب جوئی کی یا آپ ﷺ میں کوئی نقص نکالا، اسے قتل کر دیا جائے اور اسے توبہ کرنے کی بھی مہلت نہ دی جائے۔

الشفاء (ص۲۱۷/ ج۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی، اسے توبہ کے بغیر ہی قتل کر دیا جائے، وہ مومن ہونے کا دعویٰ کرے یا وہ کافر ہو۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کی سزا قتل ہے۔

الصارم المسلول (ص/ ۳۱)

ابن سحنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ وشتم کرنے والا کافر اور واجب القتل ہے۔ الصارم المسلول (ص/ ۳۲)

غازیٔ اسلام علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

گستاخان رسول کو کیفر کردار تک پہنچانے والوں میں برصغیر کی تاریخ میں ایک نمایاں نام غازی اسلام علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ یہ لاہور کا ایک اَن پڑھ بڑھئی تھا۔

دراصل پرتاب اخبار کے ایڈیٹر مہاشہ کرشن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وگستاخی پر مشتمل ایک کتاب لکھی جسے ایک بدطینت ہندو راج پال نے شائع کیا۔ کتاب کی اشاعت کے بعد مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہو گیا اس کے خلاف احتجاج اور جلسوں اور جلوسوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔

۲۴ ستمبر ۱۹۲۷ء کو غازی احمد بخش نے راجپال کو کیفر کردار تک پہنچانے اور اس کے عمل کی سزا دینے کے سلسلے میں اس پر قاتلانہ حملہ کیا تاہم وہ بچ رہا۔ ۶ ستمبر ۱۹۲۹ء کو غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے چھری سے اس پر حملہ کیا اور اپنے مقصد میں کامیاب وکامران رہے۔ انہیں عدالت کی طرف سے سزائے موت کی سزا سنائی گئی۔ اس سزا کے خلاف آخری اپیل قائداعظم محمد علی جناح نے کی جسے مسترد کر دیا گیا اور ۳۱/ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ تو علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا ہم تو محض باتیں کرتے رہ گئے اور ترکھانوں کا بیٹا بازی جیت گیا۔

فقیر سید وحید الدین، روز گار فقیر، (ج۲ / ص ۳۰-۳۹)

غازی عبدالقیوم کو چوان رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۳۳ء کے اوائل میں آریہ سماج حیدر آباد سندھ کے سیکرٹری نتھو رام نے ہسٹری آف اسلام نام کا ایک کتابچہ لکھا۔ اس میں اس نے ناموس رسالت پر رکیک حملے کیے۔ مسلمان مشتعل ہو کر میدانِ احتجاج میں اتر آئے۔ ضلع ہزارہ کے دور افتادہ گاؤں ''غازی'' کا ایک مکیں ''عبدالقیوم'' جو کہ ایک سادہ اور انتہائی غریب آدمی تھا۔ اور تانگہ چلاتا تھا۔ اس نے بھری عدالت میں نتھو رام کے پیٹ میں خنجر گھونپ کر اسے بھی کیفر کردار تک پہنچایا اور اپنی عاقبت سنواری۔ حب رسول سے سرشار عبدالقیوم سے جب پوچھا گیا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ تو جوش میں آ کر اس نے کہا: اس خنزیر کے بچے نے میرے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ اس کی یہی سزا تھی۔

ایسے ہی جاں نثاروں اور سرفروشوں کی بابت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ نے کہا ہے:

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں خون ان کا، حرم سے بڑھ کر کے ہے

اے نوجوان مسلم...!

اٹھ شیر مجاہد ہوش میں آ، تعمیر خلافت پیدا کر
کیوں فرقے فرقے ہوتا ہے اب ایک جماعت پیدا کر
کر تو بھی ترقی دنیا میں اسباب تجارت پیدا کر
قارون کی دولت ٹھکرا دے عثمان کی دولت پیدا کر
اسلام کا دم تو بھرتا ہے کفر سے پھر کیوں ڈرتا ہے
یا تو اسلام کا نام نہ لے یا شوق شہادت پیدا کر

[غازی محمد فاروق اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور]

اک کتاب ایسی بھی ہے....!

قسط نمبر2

ایم عمر فاروق ایم اے (حاصلپور)

عہد قدیم کے مختلف نسخے:

اس وقت دنیا میں عہد نامہ قدیم کے مختلف نسخے پائے جاتے ہیں۔

۱۔ سماویہ کا نسخہ:۔ یہ نسخہ 1616ء پیرس میں شائع ہوا۔ 1790ء میں اس کا الگ متن شائع ہوا۔ یہ نسخہ صرف پہلی پانچ کتب پر مشتمل ہے اس کو 400 قبل مسیح کا تصور کیا جاتا ہے۔ یہ نسخہ فرقہ سامری کے پاس موجود ہے۔ اس فرقے کو اپنا الگ معبد تعمیر کرنا پڑا جس پر انہیں اپنے اس نسخے میں تحریف کرنا پڑی۔

۲۔ سبیعینہ:۔ یہ یونانی کلیسا کا مستند نسخہ ہے۔ اس کا ایک حصہ تیسری صدی مسیح کا ہے اس نسخے کو ستر علماء نے مرتب کیا۔ جس میں یہودیوں کے ہر فرقے سے چھ چھ علماء شامل تھے۔ یہ نسخے صرف اسفار خمسہ کا ترجمہ ہے۔ اس میں مزید کتب کا ترجمہ بھی شامل کیا گیا اور یہ کام حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد تک جاری رہا۔

۳۔ آرامی ترگم:۔ یہ نسخہ زیادہ قدیم نہیں ہے۔ یہ آرامی زبان میں ترجمہ ہے جو صومعہ میں پڑھایا جاتا ہے۔

۴۔ اقولا:۔ اسے عبرانی سے یونانی زبان میں دوسری صدی مسیح میں ترجمہ کیا گیا۔

۵۔ پشتہ:۔ اسے چوتھی صدی مسیح کا عبرانی کا ترجمہ کہا جاتا ہے۔

۶۔ نسخہ جدیدہ ویلگیٹ:۔ یہ نسخہ لاطینی زبان میں ترجمہ جیروم کا پانچویں صدی مسیح کا ہے۔

تورات کی تدوین:

تمام مسیحی علماء اس بات پر متفق ہیں کہ تورات پندرہ سو قبل مسیح میں لکھی گئی ہے۔ پہلے وہ ایک جلد میں مدون ہوئی۔ لیکن مسیحی علماء کے نزدیک جب بہتر علماء نے 289 قبل مسیح میں توریت کو عبرانی

زبان سے یونانی زبان میں منتقل کیا تو اس ایک کتاب کو پانچ مختلف کتابوں میں تقسیم کر دیا۔ باب اور آیات کی تفصیل 1240ء میں کارڈنل ہوگونے کی۔ یہ تقسیم ناقص ہے۔ کیونکہ کہیں کہیں معانی کے لحاظ سے اس تفصیل میں باہمی ربط کا فقدان پایا جاتا ہے۔

تورات پر متعدد بار آفتیں نازل ہوئیں۔ کئی بار گم ہوئیں اور کئی بار لکھی گئیں۔

تورات کی بربادیوں کا تذکرہ

تورات کی پہلی بربادی:

مسیحی علماء کے نزدیک تورات کی پہلی گمشدگی ۶۹۸ء قبل مسیح بادشاہ یہودیہ کے عہد میں ہوئی۔ تقریباً ۵۷ برس کے بعد بادشاہ یوسیاہ کے عہد میں کاہنوں کے سردار خلفیاہ نے اعلان کیا کہ اس نے ہیکل یروشلم میں تورات پائی۔ جس پر وقت کے بادشاہ نے پڑھوایا تو اپنے کپڑے گھبرا کر پھاڑ دیئے۔ جبکہ دوسری روایت کچھ یوں ہے کہ ۹۷۱ء ق م رحبعام شاہ یہود کی سلطنت کے پانچویں سال سبق شاہ مصر نے جب یروشلم پر حملہ کیا اور ہیکل اور یہودی بادشاہ کے گھر کو لوٹ لیا۔ اس وقت تورات گم ہوگئی اور اس حساب سے تورات کم وبیش تین سو برس تک لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہی۔

اب سوالات یہ پیدا ہوتے ہیں کہ

۱۔ جب سردار خلفیاہ نے دوبارہ مل جانے کا اعلان کیا تو اس وقت یہود میں کوئی ایسا موجود نہ تھا۔ جو اس بات کی تصدیق کرتا کہ یہ کتاب واقعی وہی تورات ہے کیونکہ اس وقت لکھنے کا رواج نہ تھا۔ اس وقت تحریری نسخے بہت قلیل تھے ہاں یہ بات یقینی ہے کہ ہیکل میں ایک نسخہ تورات کا ضرور رہتا تھا۔ تمام بنی اسرائیل وہاں اس کو سن لیا کرتے تھے تو وہ ہر سال بھی وہاں نہیں سنتے تھے۔ بلکہ سات سال کے بعد تورات سب کو سنائی جاتی تھی۔ اس وجہ سے معلوم ہوا کہ تورات کی اشاعت عام نہ تھی جس کی وجہ سے کثرت سے تلاوت ہوتی جبکہ جو نسخہ ہیکل میں موجود تھا وہ اس کی تباہی کی وجہ سے ضائع ہوگیا۔

عیسائی اور یہودی علماء اس امر کا جواب دینے سے خاموش ہیں کہ ۵۷ برس یا ۳۰۰ برس کے بعد خلقیاہ کو توریت ہیکل سے کیسے مل گئی؟

دوسری تباہی:

تقریباً چھ سو برس قبل مسیح بخت نصر، بابل کے بادشاہ نے سلطنت یہود پر حملہ کیا اور بے رحمی سے یہودیوں کو قتل کیا جو قتل سے بچ گئے ان کو قیدی بنا کر بابل لے گیا۔ یہ لوگ ستر سال تک اس کی اسیری میں رہے جب وہ آزاد ہوئے تو اپنی زبان تک بھول چکے تھے۔

سردار خلقیاہ کا پیش کردہ تورات کا نسخہ ہیکل میں رہتا تھا۔ بخت نصر نے ہیکل کو جلا کر پیوند خاک کر دیا اور تورات کا نسخہ پھر جل گیا۔

تورات کی دوبارہ تدوین:

جب بنی اسرائیل بخت نصر کی قید سے نجات پا کر دوبارہ اسرائیل آئے تو انہوں نے تورات کو از سر نو ترتیب دینے کی طرف توجہ دی۔ چنانچہ عزرا نبی نے اس کام کو سرانجام دیا۔ چنانچہ عزرا نبی کی نسبت یہودی علاء نے لکھا ہے کہ ''شریعت بھلا دی گئی تھی مگر عزرا نبی نے پھر سے دوبارہ قائم کیا۔''

جس کا تذکرہ عزرا خود اپنی کتاب میں کرتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

''اے خداوند خدا دنیا میں اندھیرا چھا رہا ہے اور جو لوگ اس میں بستے ہیں سب بغیر روشنی کے ہیں۔ کیونکہ تیری ہدایت یا قانون جل چکا ہے۔ اس کا کوئی شخص نہ ان معاملات کا علم رکھتا ہے جو گذر چکے ہیں اور نہ ان کا جو آنے والے ہیں۔ لیکن میں نے تیرے حضور عزت پائی ہے۔ اس لیے اے خداوند روح القدس کو مجھ میں داخل کر دے اور میں پھر وہ سب کچھ لکھوں جو دنیا میں ہو چکا ہے اور جو تیرے قانون کی کتابوں میں لکھا تھا۔ تاکہ لوگ تیرا رستہ پالیں اور آنیوالے بھی صحیح زندگی بسر کریں۔ اس کے بعد اس نے مجھ کو جواب دیا کہ جا اپنے رستہ سے لوگوں کو اکٹھا کر اور ان سے کہہ کہ وہ چالیس دن تک مجھ کو نہ ڈھونڈیں لیکن تو بہت سے صندوق کے تختے تیار کروا۔'' (عزرا دوم آیت نمبر 20 تا 35)۔

اس کے بعد آیت نمبر 38 میں لکھا ہے ''دوسرے روز ایک آواز نے مجھے بلایا اور کہا عزرا اپنا منہ کھولو اور وہ کچھ پیو جسے میں تمہیں پینے کے لیے دیتا ہوں سو میں نے اپنا منہ کھولا تب دیکھو اس نے

مجھ تک ایک پیالہ بھیجا وہ پانی سے بھرا معلوم ہوتا تھا لیکن اس کا رنگ آتشین تھا۔ میں نے اسے لے کر پی لیا پینے کے بعد میرے دل میں فہم وفراست اور سینے میں بصیرت پیدا ہوگئی اور میری روح نے میرے حافظے کو قوی بنایا اور پھر میری زبان کھلی ہے تو بند نہیں ہوئی اور لکھنے والے 40 دن تک بیٹھے لکھتے رہے وہ دن بھر لکھتے تھے صرف رات کے وقت کچھ کھاتے میں دن بھر لکھتا رہتا تھا اور رات کو ہی میری زبان بند ہوتی۔ 40 دنوں میں 204 کتابیں لکھ دیں۔''

محترم قارئین اس آیت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عزرا نبی کے وقت تورات کی کتب جل چکیں تھیں۔

۲۔عزرا نے ان کو دوبارہ لکھا۔

۳۔عزرا نے جو کتب تحریر کیں تھیں ان کی تعداد 204 تھی۔ جبکہ موجودہ تورات میں کتب کی تعداد 39 ہے۔

یہ تورات کی تباہی کے بعد دوسری مرتبہ ترتیب دے کر لکھی گئی کتاب کی یہ روداد عزرا نبی کے حوالے سے تھی۔ لیکن آج یہودی یہ بات بتانے سے قاصر ہیں کہ ان کی زبان کیا تھی؟ ان کی کتابوں کا وجود کہاں ہے۔؟

تورات کی تیسری تباہی :

170ء قبل مسیح میں انطاکیہ کے یونانی بادشاہ انٹسیوینس نے یہودیوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے بار بار حملے کئے ہیکل کو بے حرمت کیا۔ مقدس صحیفوں کو جلایا اور یہود کو تہہ تیغ کیا۔ حتیٰ کہ اس نے جب یروشلم کو فتح کیا تو جس قدر تورات کے نسخے مل سکے انہیں جلا دیا گیا حتیٰ کہ اس نے اعلان کروایا کہ اگر کسی کے پاس سے کتاب کا کوئی نسخہ نکلے یا رسم شریعت ادا کرے تہ تیغ کر دیا جائے ۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوتی رہی اور جس کے گھر سے کوئی کتاب مل جاتی قتل کر دیا جاتا اور کتاب کو جلا دیا جاتا۔

پھر 165ء قبل مسیح میں یہوداہ مقابیں نے ہیکل کی مرمت شروع کی تو اس نے تورات کی نقلیں کہیں سے مہیا کر کے رکھیں۔

تورات کی چوتھی بربادی:

70 عیسوی میں ٹائیٹس شہزادہ روم نے یروشلم پر حملہ کر کے اسے پیوند خاک کر دیا ہیکل بالکل مسمار ہو گیا۔ گیارہ لاکھ یہودی قتل ہوئے ہزاروں کو قیدی بنا کر فروخت کر دیا گیا۔ ہیکل کو آگ نے جلا کر خاکستر کر دیا۔ یوں شہر اور ہیکل کی اس قیامت خیز تباہی میں تورات بھی آگ کی نذر ہو گئی۔

تورات کی پانچویں بربادی:

ٹائیٹس کے حملے کے 65 سال بعد قیصر روم نے یلغار کی تقریباً 5 لاکھ آدمی قتل ہوئے۔ بقیہ شہر سے نکال دیئے گئے۔ بیت المقدس کو پیوند خاک کر دیا گیا۔ پھر اس کی جگہ جیوپیٹر دیوتا کا مینار بنا دیا گیا اور کوہ کلوری پر وینس دیوی کی مورتی رکھ دی گئی اور شہر کا نام بھی بدل کر ایلیا رکھ دیا گیا۔

تورات کی چھٹی بربادی:

400 عیسوی میں رومیوں پر شمال کی طرف سے وحشی قوموں نے غلبہ حاصل کیا تو موسویت اور مسیحیت کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ چونکہ یہ اقوام بت پرست تھیں اس لیے مکتوبات، صحیفے اور مدرسے، کتب خانے نذر آتش ہوتے گئے۔ اور بت پرستی کو فروغ ملا۔

تورات کی ساتویں بربادی:

613ء عیسوی میں ایران کے شاہ خسرو پرویز نے یروشلم پر چڑھائی کی۔ نوے ہزار آدمی قتل ہوئے۔ تمام گرجے، متبرک مکان پیوند خاک ہو گئے۔

تورات پر بار بار بربادیوں اور تباہیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ عہد قدیم محفوظ نہ رہ سکا اور تورات کے نسخوں کا تواتر ختم ہو گیا ہر فرقے نے اپنے مفاد کے پیش نظر تبدیلی کی حتیٰ کہ اس کی زبان بھی بدلتی رہی کبھی عبرانی، کبھی رومی اور کبھی یونانی۔

عہد نامہ قدیم کے ماخذات

ا۔ موجودہ تورات کی از سر نو ترتیب حضرت عزرا (عزیر) کے عہد سے شروع ہوئی اور مروجہ ایام کے ساتھ ساتھ اس میں مزید اضافے ہوتے چلے گئے۔ جن کی بنیاد صرف زبانی روایتوں پر تھی۔ جو ایک نسل سے دوسری نسل میں سینہ بسینہ منتقل ہوتی رہی ہیں۔

۲۔عہد نامہ قدیم کی تمام کتابوں کا ماخذ یہودیوں کی مذہبی مجلسوں کے وہ فیصلے ہیں جو انہوں نے وقتاً فوقتاً کئے۔

۳۔عہد نامہ قدیم اوران کی تمام کتابوں کا تیسرا سب سے بڑا ماخذ جزیرہ نما عرب کی خرافاتی داستانیں ہیں۔

۴۔چوتھا بڑا ماخذ مصری تفکر اور عقائد ہیں۔

۵۔پانچواں بڑا ماخذ بابلی تفکر اور فلسفہ حیات ہے۔

ان تمام حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عہد نامہ قدیم کی تمام کتب بعد میں لکھی گئی ۔جس وقت بنی اسرائیل کی مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی زندگی میں فساد پیدا ہو چکا تھا اور یہ کتب جن کی طرف منسوب کی جاتی ہیں تاریخی طور پر غلط ثابت ہو چکا ہے اور اب یہ کتب مکمل طور پر وحی آسمانی کی حامل نہیں رہیں۔کیونکہ وقتاً فوقتاً اس کے صحیفوں میں تحریف ہوتی رہی ہے۔بقول یرمیاہ نبی کے جنہوں نے اپنی قوم کو کہا ''تم نے زندہ خدا، رب الافواج اور ہمارے خدا کی باتوں کو بگاڑ ڈالا ہے۔'' یرمیاہ 37:23

عہد نامہ قدیم کی چند متضاد باتیں۔

۱۔آدم کو کہا گیا کہ تو نیک وبد کے درخت سے کھائے گا تو ضرور مرے گا۔ پیدائش 17:2	۱۔آدم پھل کھانے کے بعد 930 برس جیتا رہا۔ پیدائش۔ 5:5
۲۔انسان کو حیوانات کے بعد بنایا۔ پیدائش۔ 27:25	۲۔خدا نے آدمؑ کے پاس جانور بنا کر بھیجے گویا انسان پہلے حیوانات بعد میں۔پیدائش 18:2 تا 20
۳۔مسلح ارفکسڈ کا بیٹا تھا۔ پیدائش۔ 12:11	۳۔مسلح ارفکسڈ کا پوتا تھا۔ لوقا:۔ 36:3
۴۔خدا کا پچھتانا پیدائش۔ 6:6 خروج 14:32	۴۔خدا پچھتاتا نہیں۔ گنتی 9:23

۵۔اسرائیل کے بزرگوں نے خدا کو دیکھا ۵۔کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے۔

خروج۔ 9:24 خروج۔ 20:23

۶۔ساتویں خدا نے آرام کیا اور تازہ دم ہوا۔ ۶۔خدا تھک نہیں جاتا اور ماندہ نہیں ہوتا۔

یسعیاہ۔ 28:40

اس طرح کے بہت سارے تضادات واختلافات ہیں جو کہ تورات میں موجود ہیں۔تیسری صدی سے چھٹی صدی عیسوی تک مختلف عبارتوں والے نسخے موجود تھے۔جب دسویں صدی میں یہودیوں کو کچھ اطمینان نصیب ہوا تو ان نسخوں کا باہمی مقابلہ کیا گیا تو ان کی شان یہ تھی کہ ان میں 220 اختلافات پائے جاتے تھے۔گیارہویں صدی میں یہ اختلافات 864 تھے۔جب یہ کتب 1705ء میں طبع ہوئیں تو ان میں بارہ ہزار مقامات ایسے تھے جو پہلی طباعت سے اختلاف رکھتے تھے

عیسائیت

یہودی مذہب کی طرح مسیحیت کے متعلق معلومات کا ذریعہ ایک ہی کتاب ہے۔جس کو تمام مسیحی دنیا اپنے مذہب کی بنیاد تسلیم کرتی ہے اور وہ انجیل ہے۔انجیل یونانی زبان کا لفظ ہے اصل زبان میں اس کا مفہوم ہے وہ انعام جو خوش خبری پر عطا کیا جاتا ہے۔موجودہ انجیل چار بڑے صحیفوں پر مشتمل ہے۔متی، مرقس، لوقا، یوحنا لیکن ان میں سے کوئی صحیفہ حضرت عیسیٰ کا نہ ہے۔اس کتاب میں وہ وحیاں ہم کو یکجا نہیں ملتیں جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئیں تھیں۔پھر وہ مواعظ ونصائح بھی ہم کو خود عیسی علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں نہیں ملتے جو انہوں نے اپنی پیغمبرانہ زندگی کے زمانے میں مختلف مواقع پر ارشاد فرمائے تھے۔جو صحیفے ہم تک پہنچے ہیں، نہ خدا کا کلام ہے، نہ عیسیٰؑ کا بلکہ دراصل یہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کے بھی شاگردوں کی لکھی ہوئی کتب ہیں جن میں ان لوگوں نے اپنے علم وفہم کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کے حالات اور تعلیمات کو یکجا کیا ہے۔موجودہ انجیل میں اناجیل کے چار بڑے صحیفوں کے علاوہ خطوط بھی پائے جاتے ہیں اس طرح اس انجیل میں کل کتابوں کی تعداد 27 ہے ایک وقت تھا جب انجیلوں کی تعداد 270 سے بڑھ چکی تھی اور بے شمار فرقے بن چکے تھے اور ہر فرقہ ایک دوسرے کو گمراہ قرار دیتا تھا۔اور ہنگامے بہت زیادہ بڑھ گئے تو حکومت کو دخل دینا پڑا۔قسطنطین اعظم جو رومی

بت پرست شہنشاہ تھا اس نے ایک کونسل سلائی جسے ''نیقیہ کی کونسل'' کہتے ہیں۔

نیقیہ کی کونسل:

325ء میں شاہ قسطنطین کی صدارت میں منعقد ہونے والی نیقیہ کی اس کونسل میں 2048 مندوبین شریک ہوئے جس کا مقصد یہ تھا کہ مختلف عیسائی فرقوں کے اختلاف دور کیے جائیں اور متفقہ لٹریچر تیار کیا جائے۔ کونسل کے ارکان نے آپس میں اس قدر جھگڑا کیا کہ بحث وجدل کے اس طوفان کی وجہ سے 1730 مندوبین کو نکال دیا باقی 318 مندوبین بھی کسی فیصلہ پر متفق نہ ہو سکے کہ ''مختلف فرقوں کی اناجیل کس سے کن اناجیل کو معتبر سمجھا جائے''؟

اناجیل کا انوکھا انتخاب:

نیقیہ کی کونسل نے تمام اناجیل کو گڈ مڈ کر کے عشائے ربانی کی میز کے نیچے رکھ دیا اور خدا سے دعا کی کہ الہامی کتب پھلانگ کر میز پر آجائیں۔ رات گزرنے کے بعد صبح آکر دیکھا تو اناجیل میز کے اوپر پڑیں تھیں اور ان صحیفوں کو مقدس سمجھ کر قبول کر لیا گیا اور باقی کتب کو مسترد کر دیا گیا۔ (یہ علیحدہ بات ہے کہ رات کے اندھیرے میں کسی خاص شخصیت نے ان کتابوں کو میز پر رکھ دیا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے ایچ شرمن کی کتاب ایوافٹر ڈیتھ باب نمبر 8) بہر حال یہ کتب ورڈ آف گاڈ (خدا کے الفاظ) قرار پائیں بقایا بچ جانے والی کتب کو جلا دیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ اگر کسی کے پاس یہ کتب پائیں گئیں اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ بعد میں بھی کونسلیں ہوئیں لیکن موجودہ ترتیب 633ء کی ٹولیٹڈو کونسل کا ترتیب دیا ہوا ہے۔ اب اناجیل کی صحت کی طرف چلتے ہیں۔

متی کی انجیل:

انجیل متی 60ء سے 70 عیسوی کے درمیان لکھی گئی تھی۔ یہ عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی۔ اور بعض محققین کے مطابق اس کی تالیف 100 عیسوی میں ہوئی بہر حال اس کتاب کے متعلق تاریخ میں 173ء سے پہلے اس کا نشان نہیں ملتا۔ اسمیں 28 باب ہیں۔ اور آیات کی تعداد 1068 ہے متی نے ترتیب زمانہ ملحوظ نہیں رکھا۔ بلکہ واقعات کو ان کی یکساں نوعیت کی بنا پر اکٹھا لکھا گیا ہے۔ اس متی

کے حالات زندگی پر پردہ پڑا ہوا ہے۔عیسائی عقیدہ کے مطابق یہ سب سے قدیم انجیل ہے۔

مرقس کی انجیل :

مرقس حضرت عیسیٰؑ کے حواری پطرس کا شاگرد تھا یہ ایک یہودی الاصل یونانی تھا۔ پہلے پال اور برنباس کی خدمت میں پھر پطرس کا شاگرد بنا اس نے یہ انجیل تقریباً 64ء میں پطرس کی وفات کے بعد لکھی اس انجیل کی تالیف کے متعلق عیسائی علماء میں اتفاق نہ ہے اگر وہ متفق ہیں تو اس بات پر کہ یہاں انجیل روم میں لکھی گئی اور اس کی زبان لاطینی تھی۔لاطینی زبان والی انجیل موجود نہ ہے بلکہ اس کا یونانی ترجمہ موجود ہے۔اس انجیل کی تالیف کا مقصد غیر یہودیوں کو عیسیٰؑ کے حالات سے روشناس کرانا تھا۔یہ انجیل 16 ابواب پر مشتمل ہے۔

لوقا کی انجیل:

لوقا انطاکیہ کا رہنے والا ایک ماہر طبیب تھا۔اور ایک غیر یہودی مورخ پال کی رومی قید کے دوران اس کے بہت قریب رہا۔اس کی طرف دو کتب منسوب کی جاتی ہیں ایک لوقا کی انجیل اور دوسری اعمال کی کتاب یہ بالترتیب تقریباً 63ء اور 64ء میں لکھی گئیں تھیں ۔اس میں 24 باب ہیں۔لوقا مسیح کے حواریوں میں سے نہ تھا۔راس نے خود ہی اپنی انجیل کی تمہید میں لکھا ہے کہ جنہوں نے مسیح کو دیکھا اور مسیح کی خدمت کی تھی ان سے پوچھ کر میں لکھتا ہوں۔اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

اول:۔ لوقا حضرت عیسیٰؑ کی صحبت سے فیض یاب نہیں ہوا۔

دوم:۔ اس کی انجیل کے ماخذ ان لوگوں کے اقوال ہیں جنہوں نے مسیح کی خدمت کی۔

لوقا ایک رومن وزیر کو جس کا نام تھیفلئس تھا، پڑھاتا تھا اس کو اپنی انجیل کی ابتداء میں یوں مخاطب کرتا ہے۔''چونکہ بہتوں نے اس کام پر کمر باندھی کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا۔اس لیے اے تھفیلئس میں نے مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں تا کہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے۔ان کی پختگی

معلوم ہو جائے گی۔''

یوحنا کی انجیل:

اس انجیل کا مصنف یوحنا ایشیائے کوچک کا شخص تھا جو پہلی صدی کے آخر میں گذرا ہے۔ اس انجیل کے زمانہ تالیف کے بارے میں اختلاف ہے۔بعض اس کو 100 عیسوی کی تالیف قرار دیتے ہیں۔ بہرحال اس کا زمانہ تالیف 68 عیسوی سے 100 عیسوی کے درمیان کا ہے۔یہی یوحنا انجیل کی دوسری ایک کتاب مکاشفہ کا مصنف ہے۔یہ 95ء عیسوی سے 97ء عیسوی کے درمیان کی تالیف ہے۔اس میں 22 باب ہیں جبکہ یوحنا کی انجیل کے 21 باب ہیں۔

اس میں یونان کے فلسفہ الہیات کی چاشنی موجود ہے۔اور ایک یہودی فلسفی فائلو کے فلسفیانہ خیالات کی آمیزش بھی بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔یہ اناجیل اربعہ کا مختصر تعارف ہے اب بقایا تئیس کتب کی طرف۔

اعمال الرسل:

یہ بھی لوقا کی تصنیف ہے۔لوقا اس کو اپنی انجیل کا ایک حصہ سمجھتے تھے۔اس لیے انہوں نے اس کو کوئی نام نہ دیا۔اعمال الرسل کا نام بہت بعد کا ہے۔اس نام کی توجیہ یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس میں مسیح کے حواریوں کی سرگرمیوں کا تذکرہ موجود ہے۔یہ کتاب اگرچہ لوقا کی تصنیف بتائی جاتی ہے۔ لیکن اس کو کئی افراد نے لکھا انسائیکلوپیڈیا برنا ٹیکا کے مصنفین کا بھی یہی خیال تھا۔(جاری ہے.....!)

لا ثانی پیغمبرﷺ

میرے نبی ﷺ کے بارے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مَضَتِ الدُّهُوْرُوَمَااَتَيْنَ بِمِثْلِهِ

وَلَقَدْاَتَىٰ فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهِ

''صدیاں بیت گئیں،زمانے گزر گئے آپ جیسا کوئی آیا ہی نہیں اور جب آپ آ گئے تو قیامت تک آپ جیسا کوئی نہیں آئے گا۔'' (عبداللہ نعیم صادق آباد)

تفسیر القرآن

قسط نمبر ۵

سورۃ البقرۃ (سولا جوابا) محمد عظیم حاصلپوری

سوال: منافقین کے دلوں میں بیماری ہے اس سے کیا مراد ہے۔؟

جواب: "مَرَضٌ" مراد دینی بیماری ہے نہ جسمانی یعنی انہیں شک وشبہ اور نفاق کی بیماری ہے جسے اللہ نے مزید کر دیا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۞ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ﴾ (التوبۃ ۱۲۴-۱۲۵)

''سو جو ایمان والے ہیں ان کا تو ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں، اور جن کے دلوں میں مرض ہے اُن کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا اور وہ مرے بھی تو کافر کے کافر۔''

سوال: فسادی لوگ کون ہیں۔؟

جواب: منافقین مفسد لوگ ہیں کیونکہ فساد سے مراد اللہ کی نافرمانی ہے منافق ہمیشہ اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالتے ہیں جو اطاعت الٰہی نہیں ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہیں جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم تو ہدایت واصلاح پر ہیں جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، اور اسی طرح منافقین کا مومنوں کو چھوڑ کر چوری چھپے کفار سے دوستی رکھنا فساد کا سب سے بڑا موجب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ﴾

''کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہوگا اور زبردست فساد ہو جائے گا۔'' (انفال: ۳۷)

سوال: حقیقی بے وقوف کون لوگ ہیں۔؟

جواب: حقیقی بے وقوف منافق ہیں جبکہ ان منافقین نے ان صحابہ کو بے وقوف کہا جنہوں نے اللہ کی

راہ میں جان و مال کی کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا اور آج کے منافقین یہ باور کراتے ہیں کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام دولتِ ایمان سے محروم تھے اللہ تعالیٰ نے جدید وقدیم دونوں منافقین کی تردید فرمائی۔فرمایا کسی اعلیٰ تر مقصد کے لیے دنیوی مفادات کو قربان کر دینا بے وقوفی نہیں، عین عقلمندی اور سعادت ہے۔ صحابہ کرام [نے اسی سعادت مندی کا ثبوت مہیا کیا۔اس لیے وہ پکے مومن ہی نہیں بلکہ ایمان کے لیے ایک معیار اور کسوٹی ہیں، اب ایمان انہی کا معتبر ہوگا جو صحابہ کرام [کی طرح ایمان لائیں گے ﴿ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾ [۱] اور جو ایسے نہیں وہ بے وقوف ہیں جنہوں نے اسلام قبول بھی کیا لیکن نفاق کی وجہ سے کچھ فائدہ نہیں ہونے والا۔

سوال: شیاطین سے کون لوگ مراد ہیں۔؟

جواب: شیاطین سے مراد منافقین کے امراء اور سرداران کفر ہیں۔ویسے ہر بہکانے اور سرکشی کرنے والے کو شیطان کہتے ہیں وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

﴿ شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ (انعام:۱۱۲)

''بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہم جنوں اور انسانوں کے شیطانوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا انسانوں کے شیطان بھی ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں''

سنن نسائی،الاستعاذہ(۵۵۰۹)واحمد(۵/۱۷۸)

سوال: ''اللہ ان کے ساتھ استہزاء کرتا ہے'' سے کیا مراد ہے۔؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے'' کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ وہ جس طرح مسلمانوں کے ساتھ استہزا واستخفاف کا معاملہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی ان سے ایسا ہی معاملہ کرتے ہوئے انہیں ذلت وادبار میں مبتلا کرتا ہے۔اسکو استہزا سے تعبیر کرنا، زبان کا اسلوب ہے، ورنہ حقیقتاً یہ استہزا کی سزا نہیں ہے، انکے فعل استہزا کی سزا ہے جیسے ﴿ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا (الشوریٰ) کا بدلہ، اسی کی مثل برائی ہے'' میں برائی کے بدلے کو برائی کہا گیا ہے حالانکہ وہ برائی نہیں ہے ایک جائز

فعل ہے۔اسی طرح ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ﴾ آیات میں ہے۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ بھی ان سے استہزا فرمائے گا۔جیسا کہ سورہ حدید کی آیت ﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ الآیۃ میں وضاحت ہے۔

سوال: ﴿كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا﴾ مفہوم بیان کریں۔؟

جواب: جومنافق گمراہی کو ہدایت کے بدلے اوراندھے پن کو بینائی کے بدلے مول لیتے ہیں ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے اندھیرے میں آگ جلائی اس کے دائیں بائیں کی چیزیں اسے نظر آنے لگیں،اس کی پریشانی دور ہوگئی اور فائدے کی امید بندھی کہ دفعۃً آگ بجھ گئی اور سخت اندھیرا چھا گیا نہ تو نگاہ کام کر سکے نہ راستہ معلوم ہو سکے اور باوجود اس کے وہ شخص خود بہرا ہو۔کسی کی بات کو نہ سن سکتا ہو۔گونگا ہو کسی سے دریافت نہ کرسکتا ہو،اندھا ہو جو روشنی سے کام نہ چلاسکتا ہو۔اب بھلا یہ راہ کیسے پاسکے گا؟ ٹھیک اسی طرح یہ منافق بھی ہیں کہ ہدایت چھوڑ کر راہ گم کر بیٹھے اور بھلائی چھوڑ کر برائی کو چاہنے لگے۔اس مثال سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں نے ایمان قبول کر کے کفر کیا تھا۔جیسے قرآن کریم میں کئی جگہ یہ صراحت موجود ہے۔ تفسیر ابن کثیر (۱۰۸/۱)

سوال: ''منافق کی بارش کی سی مثال ہے''اس مثال کی وضاحت کریں۔؟

جواب: یہ مثال منافقوں کے لیے بیان کی گئی ہے۔یہ وہ قوم ہے جن پر کبھی حق ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی پھر شک میں پڑ جاتے ہیں تو شک کے وقت ان کی مثال برسات کی سی ہے۔ ''صَيِّبٌ''کے معنی مینہ اور بارش کے ہیں۔بعض نے بادل کے معنی بھی بیان کیے ہیں لیکن زیادہ مشہور معنی بارش کے ہی ہیں جو اندھیرے میں برسے۔ظلمات سے مراد شک، کفر ونفاق ہے اور رعد سے مراد یعنی گرج ہے جو اپنی خوفناک آواز سے دل دہلا دیتی ہے۔یہی حال منافق کا ہے کہ اسے ہر وقت ڈر خوف گھبراہٹ اور پریشانی ہی رہتی ہے۔جیسا کہ سورۂ منافقون میں فرمایا:

﴿يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ﴾ [المنافقون: ٤] یعنی''ہر آواز کو اپنے اوپر ہی سمجھتے ہیں۔''ایک اور جگہ میں ارشاد ہے کہ:

''یہ منافقین اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں دراصل وہ ڈرپوک لوگ ہیں اگر وہ کوئی جائے پناہ یا راستہ پالیں تو یقیناً اس میں سمٹ کر گھس جائیں۔''

سورۃ التوبۃ (۹/۵۶-۵۷)

بجلی کی مثال سے مراد وہ نور ایمان ہے جو ان کے دلوں میں کسی وقت چمک اٹھتا ہے' اس وقت وہ اپنی انگلیاں موت کے ڈر سے کانوں میں ڈال لیتے ہیں لیکن ایسا کرنا انہیں کوئی نفع نہ دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ارادے کے ماتحت ہیں' یہ بچ نہیں سکتے۔ جیسا کہ سورۂ بروج میں فرمایا:

﴿ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ☆ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ☆ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ☆ وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ ﴾ [سورۃ البروج: ۱۷-۲۰]

''کیا تمہیں لشکر کی۔ فرعون اور ثمود کی روایتیں نہیں پہنچیں بے شک پہنچی تو ہیں لیکن یہ کافر پھر بھی تکذیب ہی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے پیچھے سے گھیر رہا ہے۔''

بجلی کا آنکھوں کو اچک لینا' اس کی قوت اور سختی کا اظہار ہے اور منافقین کی بینائی کی کمزوری اور ضعف ایمان ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ قرآن کی مضبوط آیتیں ان منافقوں کی قلعی کھول دیں گی اور ان کے چھپے ہوئے عیب ظاہر کر دیں گی اور اپنی نورانیت سے انہیں مبہوت کر دیں گی جب ان پر اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں یعنی جب ایمان ان پر ظاہر ہو جاتا ہے تو ذرا روشن دل ہو کر پیروی بھی کرنے لگتے ہیں لیکن پھر جہاں شک وشبہ آیا' دل میں کدورت اور ظلمت بھر گئی اور بھونچکے ہو کر کھڑے رہ گئے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ اسلام کو ذرا عروج ملا تو ان کے دل میں قدرے اطمینان پیدا ہوا لیکن جہاں اس کے خلاف نظر آیا یہ الٹے پیروں کفر کی طرف لوٹنے لگے۔

تفسیر الطبری (۱/۳۴۹)

جیسے سورۂ حج میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ ﴾ [الحج: ۱۱]

''بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کنارے پر ٹھہر کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اگر بھلائی ملے تو مطمئن ہو جائیں اور اگر برائی پہنچے تو اسی وقت پھر گئے۔''

قاری محمد یعقوب راشدی رحمہ اللہ

تحریر: محمد عظیم حاصلپوری

موت ایک اٹل اور نا قابل انکار حقیقت ہے جس سے کسی ذی روح کو مفر نہیں اس دنیائے فانی میں کتنے بڑے بڑے اصحابِ جاہ وجلال اور اربابِ کمال و جمال آئے اور چند سانس لے کر پھر ایسے صحرائے موت میں گم ہوئے کہ جن کا آج تک نام ونشان نہ مل سکا۔

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جس طرح گلشن میں رنگا رنگ کے پھول کھلتے ہیں اور پھر مرجھا جاتے ہیں، اور جن میں کچھ پھول ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی خوشبو مرجھانے کے بعد بھی رہتی ہے ایسے ہی ہمارے موصوف محترم قاری محمد یعقوب راشدی رحمہ اللہ اگرچہ اس گلشن حیات کو چھوڑ کر چل بسے لیکن ان کی یادیں اور باتیں انہیں دوستوں میں زندہ وتابندہ رکھیں گی، آپ جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) میں کئی ایک ذمہ داریوں کو بطریق احسن ادا کرتے رہے، قبل از رحلت وہ جامع مسجد ھذا میں صبح وشام مقامی بچوں کو ناظرۃ القرآن پڑھا رہے تھے قاری صاحب محفل کی رونق اور ہر ایک سے پیار ومحبت اور حسن اخلاق سے پیش آتے، ہر چھوٹے کو بیٹا کہہ کر پکارتے، ہمیشہ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چہرے سے کشادگی ٹپکتی تھی، غصے سے ہمیشہ دور رہنے والے، خندہ پیشانی کے ساتھ ہر ایک سے ملاقات ان کا شیوہ تھا۔

آہ کل تک جو تھا رونق محفل
آج شہر خموشاں کی زینت بنا
موت کو لبیک کہہ کے وہ چل دیا
جیتے جی جو کسی سے خفا نہ ہوا

موصوف بہترین قاری قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب دوست بھی تھے کتب بینی کا شوق انتہائی درجہ تک تھا انہوں نے مجھے ایک دن بتلایا کہ میرے پاس مختلف مترجمین کے تراجم قران موجود ہیں جن کی تعداد تقریبا ستر سے زائد ہے، دوست جانتے ہیں کہ وہ اکثر قرآن مجید کی قرأت اوراس کے معانی ومفہوم کو سمجھنے میں لگے رہتے تھے علاوہ ازیں وہ بہترین خطیب بھی تھے خطبہ جمعۃ المبارک جامع مسجد مولوی رفیق والی کلرآبادی گوجرانوالہ میں لوجہ اللہ پڑھایا کرتے تھے۔

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

مختصر تعارف:

موصوف کے والد محترم حکیم غلام محمد ایک مستند حکیم تھے جو بٹوار کے وقت جالندھر سے ہجرت کر کے شہر گوجرانوالہ سیٹلائٹ ٹاون میں آ بسے تھے، تھانہ والا بازار میں اپنی حکمت کی دوکان پر بیٹھا کرتے تھے انکی اولاد میں تین بیٹے محمد یوسف، محمد یونس، محمد یعقوب اور ایک بیٹی سلمہ تھی۔

انکے سب سے چھوٹے بیٹے محمد یعقوب نے ابتدائی تعلیم کے اپنے بعد والد محترم کے پاس ہی بازار میں پاپوش فروشی کا کام شروع کر دیا پھر تعلیم کو مزید جاری رکھتے ہوئے میٹرک پاس کیا اور طبیہ کالج لاہور میں داخل ہو گے لیکن گھریلو مجبوریوں کی وجہ سے دو سال بعد اسے خیر باد کہہ دیا۔اور اپنی تمام تر توجہ دینی علوم سیکھنے کی طرف لگا دی، نیز قرآن مجید کی تلاوت اس قدر خوش الحانی سے کرتے کہ ہر محفل میں داد پاتے۔قرآن مجید سے اس قدر محبت تھی کہ انہوں نے اپنے گھر میں کئی مرتبہ محفل حسن قرأت منعقد کیں۔محمد عابد ان کا متبنیٰ بیٹا ہے جو اکیلا بوڑھاپے میں ماں کا سہارا ہے اور اس وقت جامعہ اسلامیہ سلفیہ میں درجہ رابعہ کا طالب علم ہے۔اب ان کی رہائش محلّہ چاہ تیلیاں گلی نمبر ا برانچ نمبر ۳ گوجرانوالہ میں ہے۔

زہد وقناعت:

موصوف کمال درجہ کے قناعت پسند، خوددار اور حالات کے نشیب وفراز میں آپ نے کبھی طمع ولالچ اور

شکوہ تنگی داماں نہ کیا تھا۔ بھائی عثمان اسماعیل سلفی حفظہ اللہ نے بتلایا کہ انہیں کسی نے کہا کہ آپ تیار ہوں میں آپ کو عمرہ کروانا چاہتا ہوں تو انہوں نے انکار کر دیا، جب اپنی اہلیہ سے انہوں نے اسکا تذکرہ کیا تو کہنے لگی کہ آپ نے ایسا کیوں کہا..؟ آپ قبول کر لیتے تو فرمانے لگے میں نے انکار تو اس لیے کیا تھا کہ نہ جانے اس کا مال کیسا ہے.؟ اگر اللہ کو منظور ہوا تو وہ خود مجھے رزق حلال سے اپنے دربار میں حاضری کی توفیق ضرور نصیب کرے گا۔

ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دلِ خودار میں

موصوف احباب کی نظر میں

حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ: (مدیر جامعہ ھذا)

نماز جنازہ کی ادائیگی سے قبل مدیر اعلی جامعہ ھذا حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ نے چند منٹ خطاب فرمایا۔ انہوں نے فرمایا، کہ قاری محمد یعقوب رحمہ اللہ اسی جامعہ کے اساتذہ میں سے ایک تھے، بہت ہی خوددار، نیک اور شریف الطبع انسان تھے، ایک لمبا عرصہ ادارہ میں بچوں کو قرآن کی تعلیم دیتے رہے ،جن کو وہ قرآن کی تعلیم دے کر چلے گے وہ ان کی تمام روحانی اولاد ہے اور جب تک وہ اس دنیا میں رہیں گے ان کا مسلسل ثواب انہیں پہنچتا رہے گا۔ اللہ ان کی آخرت کی منازل کو آسان فرمائے۔ آمین

شیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ: (مدرس جامعہ ھذا)

اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو بیشمار اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا۔ ہنس مکھ چہرہ، حسد سے پاک سینہ، خوش اخلاقی وملنساری، ہر ایک سے محبت، بچوں سے شفقت اور انکی تعلیم وتربیت آپکی زندگی کا خلاصہ تھا۔ میں نے اور میرے دیگر احباب نے اس حادثہ فاجعہ پر صدمہ کو بڑی شدت سے محسوس کیا۔ (ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا مایرض ربنا) (ہر) آنکھ اشکبار ہے اور (ہر) دل غمگین ہے لیکن ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین

زندگی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر　　خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثل ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو تیرا　　نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

شیخ ذوالفقار ذکی حفظہ اللہ: (مدرس جامعہ ھذا)

[خیرکم من تعلم القرآن وعلمه] اس حدیث کے مصداق قاری یعقوب رحمہ اللہ خیر والی زندگی گزار کر اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے جنکی روحانی اولاد کو جنازہ کے موقع اور لحد میں اتارتے وقت ننھے ننھے ہاتھوں کو پھیلے ہوئے دیکھا اور معصوم زبانوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ: اے اللہ! ہمارے مہربان استاد پر رحم فرما، ہمیں یقین ہے کہ اللہ ان معصوموں کی دعاؤں کو کبھی رد نہیں کریں گے۔ اللہ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین

شیخ عبدالسلام زاہد حفظہ اللہ: (مدرس جامعہ تقویۃ الاسلام لاہور)

ہمارے قاری صاحب کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیشمار اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ سے متصف فرمایا تھا۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

آپ تلاً للقرآن، نافع الناس، حسن اخلاق کے پیکر، حرص وطمع سے مجتنب، بے ضرر اور بے غرض، خیر خواہ، محبت ومودت کا مجسم، منبع خیر اور مخزن ایثار والے تھے' وہ ایسے ہم سے جدا ہوئے کہ رت ہی بدل گئی۔

اس موقعہ پر بے ساختہ وہ اشعار زبان پر آ نکلے جو حضرت عائشہ نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی وفات پر کہے تھے

وکنا کند مانی جزیمة حقبة　　من الدهر حتی قیل لن یتصدعا
فلما تفرقنا کأنی وما لکا　　بطول اجتماع لم نبت لیلة معا

[ترمذی:(۱۰۵۵)]

شیخ رحمت اللہ شاکر حفظہ اللہ: (مدرس جامعہ ھذا)

محترم قاری محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ نہایت ہی اچھے اور بے ضرر انسان تھے انکے ایک نہائی قریبی رشتہ دار کے بقول ضرر تو ان میں تھا ہی نہیں۔اسکے ساتھ ساتھ وہ انتہائی ذمہ دار انسان تھے اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا انکا شیوہ تھا۔مسجد میں میری کلاس کے قریب ہی انکی الماری ہے جس میں انہوں نے بہت سے تراجم رکھے ہوئے تھے۔تقریباً روزانہ ملاقات ہوتی بڑی محبت سے سلام کہتے اور خیریت پوچھتے اور شفقت کیساتھ بیٹھ بھی جاتے تھے۔جونہی طالب علم میرے پاس آجاتے ساری باتیں چھوڑ کر فرماتے ''حضرت آپکے طالبعلم آگئے ہیں انکو پڑھائیں اب میں جارہا ہوں'' اپنے اس عمل کے ذریعے ہمیں بھی وہ ذمہ داری کو نبھانے کا سبق دے جاتے ،اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔آمین

شیخ شمس الدین حفظہ اللہ: (مدرس جامعہ ھذا)

مٹا سکیں نہ مجھے زمانے کی گردشیں
گرچہ میں نہ رہا میرے نقش قدم باقی رہے

دنیا میں بہت سے لوگ ملتے ہیں اور ملتے ہی زمانے میں گم ہوجاتے ہیں مگر کچھ لوگ اس انداز سے ملتے ہیں کہ دل میں گھر کر جاتے ہیں قاری محمد یعقوب رحمہ اللہ بھی ایسی ہی شخصیت کے مالک تھے،کسی سے ملتے تو بڑی گرم جوشی سے ملتے اور کسی قسم کی اجنبیت ،تصنع اور بڑے پن کا اظہار نہ کرتے اور بڑے رحمدل،نرم گو تھے اور دین کی خدمت میں بڑی لگن کے ساتھ بچوں کو محنت کرواتے تھے اور کثرت تلاوت قرآن پاک ان کا زیوار تھا اور حق بیانی میں ''لا یخافون لومة لائم '' کی عملی تصویر تھے

عرض مطلب سے جھجک جانا نہیں زیبا تجھے
نیک ہے نیت تیری تو کیا پرواہ تجھے

اوران کے چہرے پر خوشی ایسے جس طرح کوئی غم نہیں دل میں خوف خدا رکھنے والے،نیک سیرت مرد مجاھد تھے اللہ انکی قبر کو روشن،وسیع اور جنت کا باغ بنائے اور آخرت میں کامیاب بنائے۔آمین

ظفر آدمی اسے نہ جانیئے گا خواہ جیسا ہو فہم و ذکاء
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی اور طیش میں خوف خدا نہ رہا

قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری حفظہ اللہ: (مدرس جامعہ ھذا)

اک گل کہ مرجھا جانے سے گلشن میں کیا کہرام مچا
اک چہرہ کملا جانے سے کتنے دل ناشاد ہوئے

موصوف سے میری پہلی ملاقات جنوری ۲۰۰۷ء کو دوران تدریس شعبہ تجوید کے کلاس روم میں اس وقت ہوئی جب وہ کلاس میں تشریف لائے، چند منٹ بیٹھے مابین تعارف ہوا تو میرے اساتذہ کے بارے پوچھنے لگے میں نے اپنے دو بزرگ استاد امام القراء الشیخ قاری محمد ادریس عاصم صاحب اور قاری اسلم رحمہ اللہ کا نام لیا تو سن کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیتے ہوئے چلے گئے۔ وہ جب بھی ملتے خلوص وچاہت سے ملتے، بالکل بے تکلف، سادہ مزاج خوش گفتار، جی کہہ کر بولنا، انتہائی بے ضرر انسان تھے قرآن سے والہانہ عقیدت رکھنے والے یقیناً آج منوں مٹی تلے گلزارِ جنت کے مہمان بن بیٹھے۔ اللھم اجعلنا منھم وارحمنا انك انت الغفور الرحیم

6 سالہ بیٹی امن کی دعا: قاری صاحب کی رحلت کی شام بیٹی اپنی ماں سے کہتی ہے کہ آپ کیوں پریشان ہیں وہ تو سیدھے ان شاء اللہ جنت کے مہمان بن گئے ہیں' چلو میں دعا کرتی ہوں پھر ننھی بیٹی رب کے حضور ان کے لیے دعا کر کے ہاتھ منہ پر پھیر کر سو جاتی ہے اور بیٹا ابوبکر کہتا ہے وہ ہم سے بہت پیار کیا کرتے تھے صبح قبر پر جا کر ان کے لیے دعا کریں گیئں علی الصبح راقم اپنے تینوں بچوں کے ساتھ قبر پر حاضر ہوا اور قاری قرآن کے لیے ان کی روحانی اولاد نے ربّ سے اس کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے دعائیں کی۔ اللھم اغفرله وارحمه ۔آمین

شیخ مجیب الرحمٰن سیاف حفظہ اللہ: (مدرس جامعہ ھذا)

محترم قاری محمد یعقوب رحمہ اللہ نہایت ملنسار، منکسر المزاج، نیک طینت، خوش مزاج وخوش اخلاق تھے ان کی ہر چھوٹے بڑے سے محبت الحب فی اللہ کی مصداق تھے اپنے دل میں کسی کے لیے کینہ وبغض نہ

رکھتے تھے صحیح معنوں میں قرآن کے قاری اور قرآن دوست تھے اپنے فارغ اوقات میں اکثر قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پڑھتے ۔قرآن سے محبت کی منہ بولتی دلیل ان کی اپنی لائبریری ہے جس میں زیادہ کتب قرآن ہی کے متعلقہ ہے۔اللہ موصوف کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطاء فرمائے ،ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے ،ان کا ٹھکانہ جنت بنائے ،ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور سیئات سے درگزر فرمائے ۔

محمد یٰسین ہزاری حفظہ اللہ: (مدرس جامعہ ھذا)

زندگی انسان کی ہے مانند بلبل خوشنو
شاخ پر بیٹھا،کوئی دم چہچہایا اڑ گیا

مولانا قاری محمد یعقوب رحمة الله عليه رحمة واسعة ایک باعمل عالم وقاری قرآن تھے خوش اخلاق اور نرم مزاج تھے اساتذہ اور طلباء سے بے حد محبت کرتے تھے اور ہر ایک کو سلام کرتے یعنی افشو االسلام کی عملی تصویر تھے اور وہ آج ہم سے جدا ہو گے انا لله وانا اليه راجعون اللہ رب العزت انکی قبر کو روضة من رياض الجنة بنائے ،اللهم نور قبره ووسع مدخله ۔آمین

محمد یحییٰ طاہر حفظہ اللہ: (مسئول مکتب جامعہ ھذا)

[موت العالم موت العالم] محترم قاری یعقوب صاحب خوش مزاج ،محنتی ،مطالعہ کے شوقین عاجزی والی طبیعت ،ہر دلعزیز ،پابند شریعت ،غیبت سے پرہیز رکھنے والے ایک سادہ عامل انسان تھے جو آج ہم سے جدا ہو گئے ہیں اللہ ان کی قبر کو جنت کی کیاری بنائے ۔آمین

کسی محسن کی جدائی میں کوئی مرا تو نہیں
ہاں مگر جینے کے انداز بدل جاتے ہیں

وفات: آپ سوموار کے روز نماز فجر کی ادائیگی کے بعد گھر تشریف لائے تو اچانک ان پر فالج کا حملہ ہوا ،فورا ہسپتال منتقل کئے گئے ہفتہ بھر علالت میں رہنے کے بعد آئندہ سوموار مورخہ 13-12-2010ء کو دوپہر 2:00 پر انتقال فرما گئے ۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

جنازہ: نماز جنازہ بروز منگل 10:22 پر جامع مسجد مکرم میں ادا کی گی نماز جنازہ کی ادائیگی سے قبل

مدیر اعلی جامعہ ھذا حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ نے چند منٹ خطاب فرمایا۔ بعد ازاں انہوں نے استاد محترم حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ کو نماز جنازہ پڑھانے کی دعوت دی' حافظ صاحب نے رقت آمیز لہجہ میں نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں ان کے لواحقین کے علاوہ شہر گوجرانوالہ کے نامور علماء اور دینی مدارس کے کثیر طلباء نے بھی شرکت فرمائی۔

تعزیت نامہ

اللھم اغفر لھم وارحمھم وعافھم واعف عنھم

① علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ، محبوب الٰہی ظہیر اور ڈاکٹر فضل الٰہی ظہیر کے برادر عبدالشکور الٰہی انتقال فرما گئے۔

② جامعہ رحمۃ اللعالمین کے شیخ الحدیث مولانا غلام مصطفیٰ رحمہ اللہ انتقال فرما گئے۔

③ باجی زبیدہ امین جو عرصہ سے علیل تھیں انتقال فرما گئیں۔

④ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کی ہمشیرہ انتقال فرما گئیں۔

⑤ قاری یحییٰ طاہر صاحب کی ساس محترمہ انتقال فرما گئیں۔

⑥ جامعہ محمدیہ کا طالب علم ۲۵ پاروں کا حافظ ثاقب بن اعظم مغل واپسی گھر جاتے وقت روڑ حادثہ میں شہید ہو گیا۔

⑦ والدہ محترم بھائی زبیر بن شفیق اور بھائی عزیر کنگھی والا گوجرانوالہ کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)

میرا پسندیدہ شعر

اک مدت سے مری ماں نہیں سوئی مرتضیٰ
میں نے اک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے

(علی المرتضی درجہ ثالثہ)

قسط نمبر ⑦

بزرگوں کی باتیں

ابوعبدالرحمٰن حاصلپوری

کاش میری ماں نے مجھے جنم نہ دیا ہوتا!

حضرت ابومیسرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ جہنم کا ذکر کیا تو دیر تک روتے رہے اور نرم بستر دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے، چنانچہ ان کے بارے میں منقول ہے:

((كَانَ اَبُوْ مَيْسَرَةَ رَحِمَهُ اللهُ اِذَا اٰوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ: يَلَيْتَ اُمِّيْ لَمْ تَلِدْنِيْ ثُمَّ يَبْكِيْ فَقِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ يَا اَبَا مَيْسَرَةَ؟ قَالَ: اُخْبِرْنَا اَنَّا وَارِدُهَا وَلَمْ نُخْبِرْنَا اَنَّا صَادِرُوْنَ عَنْهَا))

''حضرت ابومیسرہ رضی اللہ عنہ جب اپنے بستر پر جاتے تو کہتے ''اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔'' اور رونے لگتے، ان سے کہا گیا: ''اے ابومیسرہ! کیوں روتے ہو؟'' حضرت ابو میسرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ ہم نے جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے، لیکن یہ علم نہیں کہ نجات ہوگی یا نہیں۔'' تفسیر ابن کثیر (۱۷۹/۳)

کاش مجھے نیند نہ آئے

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے:

((قَالَ مَالِكُ بْنُ دِيْنَارٍ رَحِمَهُ اللهُ لَوِ اسْتَطَعْتُ اَنْ لَا اَنَامَ لَمْ اَنَمْ مُخَافَةَ اَنْ يَنْزِلَ الْعَذَابُ وَاَنَا نَائِمٌ وَلَوْ وَجَدْتُ اَعْوَانًا لَفَرَّقْتُهُمْ يُنَادُوْنَ فِيْ سَائِرِ الدُّنْيَا كُلِّهَا اَيُّهَا النَّاسُ اَلنَّارُ اَلنَّارُ)) ابو نعیم فی الحلیة (۳٦۹/۲)

''حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے بس میں ہوتا کہ میں نیند نہ کروں تو میں کبھی نہ سوتا اس ڈر سے کہ سونے میں کہیں مجھ پر اللہ کا عذاب نازل نہ ہو جائے اور اگر

میرے پاس مددگار ہوتے تو میں انہیں ساری دنیا میں منادی کرنے کے لیے بھیج دیتا (جو کہتے) ''لوگو! آگ سے خبردار ہوجاؤ، لوگو! آگ سے خبردار ہوجاؤ۔''

کاش ہم پھر دنیا میں لوٹا دیئے جائیں

جناب مروان بن رباب الاسدی رحمہ اللہ رات کو تہجد کیلئے کھڑے ہوتے اور کبھی کبھی یہی آیت صبح تک دہراتے رہتے اور روتے رہتے۔

﴿فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

''وہ کہیں گے کاش تم (ان کو اس وقت) دیکھو جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیئے جائیں تاکہ اپنے رب کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہوجائیں۔'' (سورۃ الانعام:۲۷)

الصلاۃ والتہجد للأشبیلی(۲۷۷)

کاش! میں گھاس ہوتا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں چاہتا ہوں کہ میں گھاس ہوتا اور مجھے تیز ہوا کے دن اندھیری اڑا کر لے جاتی۔''

کتاب الزھدلابن المبارك(۲٤۱)

کاش! میں ایک درخت ہوتی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''کاش! میں ایک درخت ہوتی جس کو کاٹ دیا جاتا۔ کاش! میں پیدا نہ ہوتی۔''

کتاب الزھد للوکیع(۱٤۱)الطبقات الکبریٰ(۷۵)

کاش! میں ایک پھل ہوتا جس کو پرندے کھا لیتے

حسن بیان کرتے ہیں کہ:

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے درخت پر ایک پرندے کو بیٹھا دیکھ کر کہا تیرے لئے کتنی خیر

ہے۔ پرندے تو پھل کھاتا ہے اور درخت پر بیٹھتا ہے کاش! میں ایک پھل ہوتا جس کو پرندے کھالیتے۔'' کتاب الزھدلابن المبارك(٢٤٠)

کاش! میں ایک تنکا ہوتا

عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

'' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کاش! میں ایک تنکا ہوتا ۔کاش! میں کچھ بھی نہ ہوتا۔کاش! میں پیدا نہ ہوتا۔کاش! میں بھولا بسرا ہوتا۔''

کتاب الزھدلابن المبارك(٢٣٤)

کاش! میں گھر کا ایک مینڈھا ہوتا

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میری خواہش ہے کہ میں اپنے گھر کا ایک مینڈھا ہوتا، گھر میں کوئی مہمان آتا اور مجھ کو ذبح کردیا جاتا اور گھر والے مجھے کھالیتے۔'' کتاب الزھدلابن المبارك(٢٣٨)

کاش میں ایک درخت ہوتا

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں وہ باتیں دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے اور سنتا ہوں جن کو تم نہیں سنتے آسمان چرچر کر رہا ہے اور کیونکر چرچر نہ کرے گا اس میں چار انگلیوں کی جگہ بھی باقی نہیں ہے جہاں ایک فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ تعالی کو سجدہ نہ کر رہا ہو قسم خدا کی اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور تم کو بچھونوں پر اپنی عورتوں کے ساتھ مزہ نہ آتا اور تم جنگلوں کو نکل جاتے اللہ تعالی سے فریاد کرتے ہوئے۔''

(ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں)

''قسم خدا کی مجھے تو آرزو ہے کاش میں ایک درخت ہوتا جس کو لوگ کاٹ ڈالتے۔''

سنن ابن ماجه،الزهد، باب الحزن والبكاء(٤١٩٠)حسن عند الألبانی

کاش! یہ جنازہ میرا ہوتا..!

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا یاد کر لی جو آپ (تیسری تکبیر کے بعد) فرماتے ہیں کہ (اور وہ یہ ہے)

((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَأَهْلاً خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ أَوْ مِنْ عَذَابِ النَّارِ))

''اے اللہ اس کے گناہ بخش دے، اس پر رحم فرما (یعنی اس کی عبادات وطاعات قبول فرما) اسے عافیت میں رکھ، اس کی (لغزشوں) سے درگزر فرما (جنت میں) اس کی اچھی مہمانی کر، اس کی قبر کشادہ فرما، اس کو پانی سے برف سے اور اولے سے پاک کر دے (یعنی طرح طرح کی مغفرتوں سے اس کے گناہ صاف کر دے اسے گناہوں سے پاکیزہ فرما دے) جیسا کہ سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ اسے (دنیا کے) اس گھر سے (آخرت کا) بہتر گھر عطا فرما اس کے خادموں سے بہتر خادم عطا فرما اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما، اسے (بغیر عذاب کے ابتداء ہی میں) جنت میں داخل کر اور اسے قبر کے عذاب سے یا فرمایا کہ دوزخ کے عذاب سے پناہ دے "اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ اس کو قبر کے فتنہ سے یعنی فرشتوں کے جواب میں متحیر ہونے سے اور آگے کے عذاب سے بچا۔''

حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس میت کے لیے یہ دعا سنی تو مجھے بڑا رشک آیا اور بے اختیار میرے دل سے یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش یہ میری میت ہوتی تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا میرے لئے فرماتے۔ صحیح مسلم، الجنائز، (۲۲۳۲)

ماں باپ کی خدمت کا انعام

حافظ عبدالقدیر (درجہ ثالثہ)

پیارے بچو! آج ہم آپ کو اس بچے کی کہانی سناتے ہیں جسے والدین کی خدمت کی وجہ سے اللہ نے بہت بڑا انعام دیا، بات کچھ یوں ہے کہ، بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت مالدار اور تونگر تھا اس کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی، صرف ایک لڑکی اور ایک بھتیجا تھا بھتیجے نے جب دیکھا کہ بڈھا مرتا ہی نہیں تو ورثہ کے لالچ میں اسے خیال آیا کہ میں ہی اسے کیوں نہ مار ڈالوں؟ اور اس کی لڑکی سے نکاح بھی کرلوں قتل کی تہمت دوسروں پر رکھ کر دیت بھی وصول کروں اور مقتول کے مال کا مالک بھی بن جاؤں.... اس شیطانی خیال میں وہ پختہ ہوگیا اور ایک دن موقع پا کر اپنے چچا کو قتل کر ڈالا۔ بنی اسرائیل کے بھلے لوگ ان کے جھگڑوں بکھیڑوں سے تنگ آ کر یکسو ہو کر ان سے الگ ایک اور شہر میں رہتے تھے شام کو اپنے قلعہ کا پھاٹک بند کر دیا کرتے تھے اور صبح کھولتے تھے کسی مجرم کو اپنے ہاں گھسنے بھی نہیں دیتے تھے، اس بھتیجے نے اپنے چچا کی لاش کو لے جا کر اس قلعہ کے پھاٹک کے سامنے ڈال دیا اور یہاں آ کر اپنے چچا کو ڈھونڈنے لگا..... پھر ہائے دہائی مچادی... کہ میرے چچا کو کسی نے مار ڈالا۔ آخر کار ان قلعہ والوں پر تہمت لگا کر ان سے دیت کا روپیہ طلب کرنے لگا، انہوں نے اس قتل سے اور اس کے علم سے بالکل انکار کیا، لیکن یہ اڑ گیا یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ان سے لڑائی کرنے پر تل گیا..... یہ لوگ عاجز آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور واقعہ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول علیہ السلام! یہ شخص خواہ مخواہ ہم پر ایک قتل کی تہمت لگا رہا ہے حالانکہ ہم بری الذمہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی..... فورا وحی نازل ہوئی کہ، ان سے کہو، ایک گائے ذبح کریں... انہوں نے کہا، اے اللہ کے نبی! کہاں قاتل کی تحقیق اور کہاں آپ گائے کے ذبح کرنے کا حکم دے رہے ہیں...؟ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے

ہیں.؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اعوذ باللہ (میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں) مذاق تو جاہلوں کا کام ہے...اللہ عزوجل کا حکم یہی ہے اب اگر یہ لوگ جا کر کسی گائے کو ذبح کر دیتے تو کافی تھا لیکن انہوں نے سوالات کا دروازہ کھولا اور کہا....وہ گائے کیسی ہونی چاہئے...؟ اس پر حکم ہوا کہ، وہ نہ بہت بڑھیا ہو نہ بچی ہو، جوان عمر کی ہو...انہوں نے کہا، حضرت! ایسی گائیں تو بہت ہیں، یہ بیان فرمایئے کہ اس کا رنگ کیا ہے..؟ وحی اتری کہ اس کا رنگ بالکل صاف زردی مائل ہے...بس دیکھنے والے کی آنکھوں میں اترتی جاتی ہے..پھر کہنے لگے، حضرت ایسی گائیں بھی بہت سی ہیں...کوئی اور ممتاز وصف بیان فرمایئے، وحی نازل ہوئی کہ...وہ کبھی ہل میں نہیں جوتی گئی.....کھیتوں کو پانی نہیں پلایا...ہر عیب سے پاک ہے ...یک رنگی ہے...کوئی داغ دھبہ نہیں...جوں جوں وہ سوالات بڑھاتے گئے، حکم میں سختی ہوتی گئی۔

(اب احترام والدین پر انعام الٰہی دیکھئے کہ) اب ایسی گائے ڈھونڈنے کو نکلے تو وہ صرف ایک لڑکے کے پاس ملی۔ یہ بچہ اپنے ماں باپ کا نہایت فرمانبردار، اطاعت گزار تھا....ایک مرتبہ جبکہ اس کا باپ سویا ہوا تھا اور نقدی والی پیٹی کی کنجی اس کے سرہانے تھی، ایک سوداگر ایک قیمتی ہیرا بیچتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میں اسے بیچنا چاہتا ہوں..لڑکے نے کہا، میں خریدوں گا، قیمت ستر ہزار طے ہوئی، لڑکے نے کہا، ذرا ٹھہرو جب میرے والد جاگیں گے...تو میں ان سے کنجی لے کر آپ کو قیمت ادا کر دونگا...اس نے کہا، ابھی دے دو تو دس ہزار کم کر دیتا ہوں...اس نے کہا نہیں، حضرت میں اپنے والد کو جگاؤں گا نہیں، تم اگر ٹھہر جاؤ تم میں بجائے ستر ہزار کے اسی ہزار دوں گا، یونہی ادھر سے کمی اور ادھر سے زیادتی ہونی شروع ہوتی ہے...یہاں تک کہ تاجر تیس ہزار قیمت لگا دیتا ہے کہ، اگر تم اب جگا کر مجھے روپیہ دے دو تو میں تیس ہزار میں دیتا ہوں..لڑکا کہتا ہے اگر تم ٹھہر جاؤ یا ٹھہر کر آؤ، میرے والد جاگ جائیں، تو میں تمہیں ایک لاکھ دوں گا آخر وہ ناراض ہو کر اپنا ہیرا واپس لے کر چلا گیا، باپ کی اس بزرگی کے احساس اور ان کے آرام پہنچانے کی کوشش کرنے اور ان کا ادب واحترام کرنے سے پروردگار اس لڑکے سے خوش ہو جاتا ہے اور اسے یہ گائے عطا فرماتا ہے ...جب بنی اسرائیل اس قسم کی گائے ڈھونڈنے نکلتے ہیں تو اس لڑکے کے سوا اور کسی کے پاس نہیں پاتے...اس سے کہتے ہیں کہ اس ایک

گائے کے بدلے دو گائیں لے لو... یہ انکار کرتا ہے، پھر کہتے ہیں، تین لے لو، چار لے لو، لیکن یہ راضی نہیں ہوتا، دس تک کہتے ہیں مگر پھر بھی نہیں مانتا... یہ آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں جو یہ مانگے دو اور اسے راضی کر کے گائے خریدو... آخر گائے کے وزن کے برابر سونا دیا گیا... تب اس نے اپنی گائے بیچی.... یہ برکت اللہ نے ماں باپ کی خدمت کی وجہ سے اسے عطا فرمائی جبکہ یہ بہت محتاج تھا اس کے والد کا انتقال ہو گیا تھا اور اس کی بیوہ ماں غربت اور تنگی کے دن بسر کر رہی تھی... غرض اب یہ گائے خرید لی گئی اور اسے ذبح کیا گیا اور اس کے جسم کا ایک ٹکڑا لے کر مقتول کے جسم سے لگایا گیا... تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ مردہ جی اٹھا اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں کس نے قتل کیا ہے..؟ اس نے کہا، میرے بھتیجے نے اس لئے کہ وہ میرا مال لے لے اور میری لڑکی سے نکاح کر لے، بس اتنا کہہ کر وہ پھر مر گیا اور قاتل کا پتہ چل گیا اور بنی اسرائیل میں جو جنگ وجدال ہونے والی تھی، وہ رک گئی اور یہ فتنہ دب گیا اس بھتیجے کو لوگوں نے پکڑ لیا اس کی عیاری اور مکاری کھل گئی اور اسے اس کے بدلے میں قتل کر ڈالا گیا... (یہ واقعہ تفسیر ابن کثیر میں سورہ بقرہ میں موجود ہے، یہ بنی اسرائیلی واقعہ ہے جس کی تصدیق، تکذیب ہم نہیں کر سکتے ہاں روایت جائز ہے)

پیارے بچو! دیکھا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک عظیم معجزہ بھی دکھا دیا اور ہمیں یہ بھی سمجھا دیا کہ مال و دولت کے لالچ میں خون کرنے والا بھی آخر کار سولی پر چڑھ گیا اور والدین کی خدمت اور انکی فرمانبرداری کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا انعام عطا کر دیا، اللہ ہم سب کو بھی والدین کی خدمت اور تابعداری کی توفیق دے، آمین (بحوالہ صحیح منتخب واقعات)

مومن کو منافق نہ کہو

(عمر فاروق، محمد طلحہ فاروق کلاس قاری لقمان محمدی)

سیدنا محمود بن ربیع الانصاری l فرماتے ہیں کہ سیدنا عتبان بن مالک l جو رسول اللہ ﷺ کے ان انصاری صحابہ کرام n سے ہیں جو بدر کی جنگ میں شریک تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! میری نظر کمزور ہوگئی اور میں اپنی قوم کا امام ہوں۔ جس وقت بارش ہوتی ہے تو وادی جو میرے اور ان کے درمیان میں ہے بہنے لگتی ہے تو میں ان کی مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے نہیں جا سکتا۔ تو یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں تا کہ میں اسی مقام کو جائے نماز بنالوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ان شاء اللہ (ایسا ہی) کروں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر ا (دوسرے دن) سورج چڑھے تشریف لائے۔ اور (اندر آنے کی) اجازت طلب فرمائی تو میں نے آپ ﷺ کو اجازت دے دی۔ آپ ﷺ گھر میں داخل ہوئے اور (ابھی) بیٹھے بھی نہیں تھے کہ فرمایا: تم اپنے گھر میں کس مقام پر چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ تو میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا تو رسول اللہ ﷺ (وہاں نماز پڑھانے کے لیے) کھڑے ہوگئے اور اللہ اکبر کہا۔ ہم نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے صف بنالی۔ آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ اس کے بعد سلام پھیر دیا۔ آپ ﷺ جانے لگے لیکن ہم نے آپ ﷺ کو خزیرہ (گوشت اور آٹا ملا کر بنایا ہوا کھانا) کھانے کے لیے روک لیا جو آپ ﷺ کے لیے ہم نے تیار کیا تھا۔ پھر محلے والوں میں سے کئی لوگ گھر میں جمع ہوگئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ مالک بن دخیشن یا یہ کہا کہ ابن دخشن کہاں ہے؟ تو ان میں سے کسی نے کہا کہ وہ تو منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقُلْ ذٰلِکَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يُرِيدُ بِذٰلِکَ وَجْهَ اللّٰهِ))

''ایسا نہ کہو کیا تم نے اسے نہیں دیکھا کہ اس نے اللہ کی محبت و رضاء حاصل کرنے کے لیے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا ہے؟''

اس شخص نے عرض کیا:

((اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ))

''بہتر تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی جانتے ہیں۔''

بظاہر تو ہم نے اس کی توجہ اور اس کی خیر خواہی منافقوں کے ساتھ دیکھی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ))

''اللہ بزرگ و برتر نے اس شخص پر آگ حرام کر دی ہے جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا طالب ہے۔''

بخاری، الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت(٤٢٥)

اینٹ اور شراب حافظ فہداللہ محمدی (درجہ رابعہ)

شرابی ایک عالم دین سے: جناب اگر میں کچھ کھجوریں کھالوں تو آپکو کوئی اعتراض تو نہیں۔؟

عالم: بالکل نہیں۔

شرابی: اور اگر اسکے ساتھ کچھ جڑی بوٹیاں کھالوں۔؟

عالم: کوئی رکاوٹ نہیں۔

شرابی: اور اگر اسکے ساتھ پانی شامل کرلوں۔؟

عالم: بڑے شوق سے۔

شرابی: جب یہ ساری چیزیں حلال ہے تو پھر آپ شراب کو کیوں حرام کہتے ہیں حالانکہ اس میں یہی تو چیزیں ہیں جن کے کھانے اور پینے کی اجازت آپ دے رہے ہیں۔یعنی کھجوریں، پانی اور جڑی بوٹیاں۔؟

عالم دین شرابی سے: اگر تمہارے اوپر پانی ڈالا جائے تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔؟

شرابی: ہرگز نہیں! پانی سے کیا فرق پڑتا ہے۔

عالم: اچھا اگر اس پانی میں مٹی گھول دی جائے تو تم اس سے مرجاؤ گے۔؟

شرابی: جناب مٹی سے میں نے کسی کو مرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

عالم: اگر میں مٹی اور پانی لوں اور انکو گوندھ لوں اور ایک اینٹ بنالوں اور خشک کرلوں پھر تمہیں ماروں تو کیا ایسا کرنے پر تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔؟

شرابی: جناب اس سے تو آپ مجھے قتل کردیں گے۔

عالم: شراب کا بھی یہی حال ہے۔

کاش میں اس وقت زندہ ہوتا..!

(قاری محمد امیر حمزہ آصف، شعبہ تجوید وقرأت)

حضرت عائشہ بتاتی ہیں چالیس سال کی عمر میں حراء میں آپ ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے پاس فرشتہ آیا جناب جبریلؑ نے آکر آپ سے کہا:

''اِقْرَأ''

''پڑھئے''

آپ ﷺ نے فرمایا۔

''مَا أنَا بِقَارِی''

''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں''

آپ بتاتے ہیں 'اس نے مجھے پکڑ کر بھینچا یعنی زور سے دبایا۔اس سے میری ہمت جاتی رہی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا:

''اِقْرَأ''

''پڑھئے''

میں نے کہا:

''مَا أنَا بِقَارِی''

''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں''

اب اس نے مجھے دوسری بار پکڑا اور بھینچا حتی کہ میری طاقت جواب دے گئی پھر اس نے مجھے چھوڑ تو دیا، لیکن پھر وہی بات:

''اِقْرَأْ''

''پڑھئے''

میں نے بھی وہی بات دہرادی

''مَا أنَا بِقَارِی''

''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں''

اب اس نے مجھے پکڑ کر بھینچا اور پھر چھوڑتے ہوئے کہا۔

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾

''اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھئے اور آپ کا ربّ بڑا کریم ہے'' سورۃ العلق (۹۶/۱ تا ۳)

اللہ کے رسول ﷺ پر رسالت کا یہ پیغام لے کر لوٹے تو آپ کا دل دھڑک رہا تھا آپ حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کے پاس آئے اور کہا:

'' زَمِّلُوْنِیْ، زَمِّلُوْنِیْ ''

''مجھے کمبل اوڑھادو، ''مجھے کمبل اوڑھادو''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ پر کمبل ڈال دیا حتی کہ گبراہٹ کی کیفیت جاتی رہی اب آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ساری صورتحال بتلائی اور کہا:

'' لَقَدْ خَشِیْتُ عَلیَ نَفْسِیْ ''

مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہونے لگا ہے''

تو جواباً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((کَلَّا وَاللّٰہِ ! مَا یُخزِیکَ اللّٰہُ أبَدًا اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحمِلُ الْکَلَّ وَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِیُ الضِّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلیَ نَوَائِبِ الْحَقِّ))

''ہرگز نہیں ! اللہ کی قسم ! اللہ آپ کو کبھی پریشان نہیں کرے گا کیونکہ آپ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں، آپ درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، بے وسیلہ لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان کی خدمت وتکریم کرتے ہیں اور ظالم وزور آور غاصبوں کے دباؤ کے باوجود آپ حق کا ساتھ دیتے ہیں''

اب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمراہ لیا اور اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس لے گئیں ورقہ وہ شخص تھے جنھوں نے جاہلیت کے دور میں عیسائیت کو اختیار کر لیا تھا ۔وہ عبرانی زبان کے کاتب تھے چنانچہ بتوفیق الٰہی انجیل کو بھی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے آپ بوڑھے اور نابینے ہو چکے تھے حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا:

''اے چچا کے بیٹے ! ذرا بھتیجے کی بات سنو''۔

ورقہ نے اللہ کے رسول سے کہا:

''اے میرے بھائی کے بیٹے آپ نے جو دیکھا ہے وہ بتلایئے ،اللہ کے رسول نے جو دیکھا تھا وہ سارا بتلا دیا، اب ورقہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

''ھٰذَاالنَّامُوْسُ الَّذِیْ نَزَّلَ اللّٰہُ عَلیٰ مُوْسیٰ''

''یہ تو وہی ناموس ہے جو اللہ نے وحی دے کر موسیٰ علیہ السلام پر بھیجا تھا''

کاش ! میں اس وقت جوان ہوتا، کاش ! میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔

آپؐ نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا: کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے وہ حالانکہ میں تو ان میں معزز

،سچااورامانت دارمعروف ہوں''

ورقہ نے کہا: ہاں! ایسا ہی ہوگا کیونکہ جو شخص بھی آپؐ کیطرح حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہوگئے اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ دور مل گیا تو میں ہر طرح سے آپؐ کی مدد کروں گا''۔

پھر تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ورقہ فوت ہوگئے اور کچھ عرصہ کے لئے وحی کا سلسلہ بھی رکا رہا۔ بخاری،بدء الوحی باب کیف کان بدء ۔۔(۳۳۹۲،۳)

انعامی کوئز

سابقہ سوالوں کے درست جواب ارسال کرنے والوں میں انعام پانے والے:

اول: ضیاءالدین دوم: عمران اعجاز سوم: عرفان محمدی

سوال: عبادلہ اربعہ کسے کہتے ہیں۔؟

سوال: حرب الفجار نامی لڑائی کب ہوئی تھی۔؟

سوال: قرآن مجید میں 'یاایھاالرسول ' کتنی بار آیا ہے، حوالہ درج کریں۔؟

سوال: مدینہ کا پرانا نام کیا تھا نیز اس کا معنی ومفہوم بھی لکھیں۔؟

سوال: ابوعفک کا قتل کس نے کیا تھا۔؟[مجلّہ سے]

جواب ارسال کرنے کی آخری تاریخ ۲۰ جنوری ہے. نیز صفحہ کی ایک جانب اپنا نام اور مکمل ڈاک ایڈریس لکھیں۔

جوابات ارسال کرنے کا پتہ:

''مجلّہ المکرّم'' جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

hasalpuri@gmail.com

عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
ساحل کے کنارے اک چھوٹا سا مکاں ہے
دن کو بھی یہاں شب کا ہی سماں ہے
کہتے ہیں کہ یہ آرام دہ جہاں ہے

اجل ہی نے چھوڑا کسریٰ نہ دارا
اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہرایک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا
پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا

مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا
زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جہاں میں ہرسو عبرت کے ہیں نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بونے
کبھی غور بھی کیا ہے تو نے
کہ معمور تھے جو محل اب ہیں سونے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
عبرت کی جاہے تماشہ نہیں ہے

(محمد قاسم گجر)